اِسلام کا نظامِ امن و سلامتی

تالیف ابو حمزہ عبد الخالق صدیقی

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

ترتیب، تخریج و اضافہ حافظ حامد محمود الخضری تقریظ شیخ الحدیث عبد اللہ ناصر رحمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا
اسلام کا نظامِ امن وسلامتی
ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی
مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا
آخرت
توحید
انصاف
www.KitaboSunnat.com
تخریج واضافہ حافظ حامد محمود الخضری
تقریظ شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور
اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور 7357587
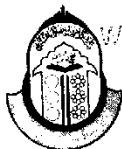
اسلام کا نظامِ امن وسلامتی

تالیف ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی
تقریظ شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی
تخریج واضافہ حافظ حامد محمود الخضری

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابومومن منصور احمد

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

Dar-us-Salam
486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com

فہرست مضامین

باب نمبر۲......اسلام کا نظام امن وسلامتی

باب نمبر ۳...... دہشت گردی کی مذمت پر ائمہ ہدیٰ کے فتاویٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾

(آل عمران : ۱۰۲)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝﴾ (النساء : ۱)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا۝﴾

(الاحزاب : ۷۰-۷۱)

فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٍ، وَكُلَّ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ.

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے انبیاء و رسل مبعوث کیے، اس سلسلہ کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ﴾ (آل عمران : ۱۴۴)

''اور محمد صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت انبیاء گزر چکے ہیں۔''

سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٤٠)

''محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔''

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾ (النساء: ١٦٣)

''بے شک ہم نے آپ پر وحی اتاری ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد کے دوسرے انبیاء پر اتاری تھی، اور جیسے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی اتاری تھی، اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان پچیس انبیاء کے نام ذکر کیے ہیں، جن کے نام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیے ہیں، اکثر و بیشتر انبیاء کے نام معلوم نہیں ہیں۔ ایک حدیث میں ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے۔ ابن حبان نے اپنی کتاب ''الصحیح'' میں اسے روایت کیا ہے۔ [1]

جناب آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر آخر الزماں پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اور جتنی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان سب کا ایک ہی پیغام تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لیے صرف اسی کی عبادت ہونی چاہیے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا

[1] تیسیر الرحمن، ص: [illegible]

فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء: ٢٥)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

سورۃ الزخرف میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ سْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ (الزخرف: ٤٥)

''اور آپ ہمارے اُن رسولوں سے پوچھ لیجیے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ دوسرے معبود بنائے ہیں جن کی عبادت کی جائے۔''

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ النحل میں بایں الفاظ بیان فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

(النحل: ٣٦)

''اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔''

اللہ تعالیٰ نے امتِ اسلامیہ پر اپنی عظیم نعمت اور عظیم احسان فرمایا کہ انہیں محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا رسول اور ایک مکمل دین عطا کیا، انہیں اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ: ٣)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے اور جو حکم

صادر ہوتا اس سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے خوشی محسوس کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ (الانفال : ۲)

''جب ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔''

نبی کریم ﷺ ان کی تعلیم وتربیت، تزکیۂ نفس اور مکارم اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے اور انہیں محبت و بھائی چارگی، مجد وشرف اور عبادت واطاعت کے آداب برابر سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

(الجمعة : ۲)

''اُسی نے اُمّیوں میں اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور انہیں (کفر وشرک کی آلائشوں سے) پاک کرتے ہیں، اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ اُن کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت انسانیت کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالت سخت اضطراب وانتشار اور انتہائی زوال وانحطاط کا شکار تھی۔ انسان، مالک اور غلام یا حاکم ومحکوم کے دو طبقوں میں بٹا ہوا تھا۔ تمام کے تمام تر فوائد حکام اور سربراہوں کو حاصل تھے اور تمام بوجھ غلاموں اور محکوموں کے سر تھا۔ بالفاظ دیگر رعایا حقیقت کے اندر ایک حرث اور کھیتی تھی جو حکومتِ وقت اور اپنے آقاؤں کے لیے محاصل اور آمدنی فراہم کرتی تھی اور حکومتیں اور ان کے آقا اور سربراہ اسے نفسانی لذتوں، شہوتوں، عیش رانی اور ظلم وستم کے لیے استعمال کرتے تھے اور ان پر ہر طرف سے ظلم وستم کی طوفانی بارشیں ہو رہی تھیں۔ مگر وہ حرفِ شکایت زبان پر نہ لا سکتے تھے۔ بلکہ از حد ضروری اور لازم تھا کہ طرح طرح کی ذلت ورُسوائی اور ظلم وچیرہ دستی

برداشت کریں اور زبان بند رکھیں، کیونکہ جبر و استبداد کی حکمرانی تھی اور انسانی حقوق نام کی کسی چیز کا کہیں کوئی وجود تو کیا تصور تک نہ تھا۔ ہر طرف قبائلی جھگڑوں، نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی، جس میں ہر قبیلے کے افراد بہرصورت اپنے اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ کسی شاعر نے ان حالات کی عکاسی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

وَ مَـــا اَنَـــا اِلَّا مِـنْ غَـزِيَّةَ اِنْ غَـوَتْ
غَـــوَيْـــتُ، وَاِنْ تَـرْشُـدْ غَـزِيَّةُ اَرْشُـدِ

''میں تو قبیلہ غزیہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر وہ غلط راہ پر چلیں گے تو میں بھی اسی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راہ پر چلیں گے تو میں بھی صحیح راہ پر چلوں گا۔''

''یوسف ذونواس یہودی یمن کا حاکم ہوا تو اس نے یہودیت کے جوش میں نجران کے عیسائیوں پر ہلہ بول دیا اور انہیں مجبور کیا کہ یہودیت قبول کرلیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر ذونواس نے خندق کھدوائی اور اس میں آگ جلوا کر بوڑھے، بچے، مرد، عورت سب کو بلا تمیز آگ کے الاؤ میں جھونک دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس حادثے کا شکار ہونے والوں کی تعداد بیس سے چالیس ہزار کے درمیان تھی۔ یہ اکتوبر ۵۲۳ء کا واقعہ ہے۔ قرآنِ مجید نے سورۂ بروج میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔''[1]

ایسے حالات میں رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کی اخلاقیات بلند کیں، ان کی خداداد صلاحیتوں کو عروج بخشا اور انہیں بلند ترین اقدار و کردار کا مالک بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ))[2]

---

[1] ابن ھشام: ۱/ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۷، ۳۱، ۳۵، ۳۶۔ نیز ملاحظہ فرمایئے کتب تفسیر، تفسیر سورۂ بروج۔

[2] مسند احمد: ۲/ ۳۸۱، رقم: ۵۹۵۲۔ مؤطا امام مالك، كتاب حسن الخلق، رقم: ۷۔ شیخ شعیب نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

’’مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچاؤں۔‘‘

آپ ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حقوق میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) حقوق وفرائض

(۲) آداب

(۳) مکارمِ اخلاق ورذائل اخلاق

آپ علیہ السلام چونکہ خود بھی ایسی معنوی اور ظاہری خوبیوں، کمالات، خداداد صلاحیتوں، مجد و فضائل، مکارم اخلاق اور محاسنِ اعمال سے متصف تھے کہ دل خود بخود آپ ﷺ کی جانب کھنچے چلے جاتے تھے اور جانیں فدا ہوا چاہتی تھیں۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝﴾

(آل عمران : ۱۵۹)

’’آپ محض اللہ کی رحمت سے ان لوگوں کے لیے نرم ہوئے ہیں، اور اگر آپ تُرش مزاج اور سنگ دل ہوتے تو وہ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے، پس آپ انہیں معاف کر دیجیے، اور ان کے لیے مغفرت طلب کیجیے، اور معاملات میں ان سے مشورہ لیجیے، پس جب آپ پختہ ارادہ کر لیجیے تو اللہ پر بھروسہ کیجیے، اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔‘‘

اس طرح آپ ﷺ کی بدولت ایک ایسا معاشرہ تشکیل پایا جو تاریخ انسانی کا سب سے زیادہ باکمال اور شرف سے بھرپور معاشرہ تھا اور اُس معاشرے کے مسائل کا ایسا خوشگوار حل نکلا کہ انسانیت نے ایک طویل عرصے تک زمانے کی چکی میں پس کر اور اتھاہ تاریکیوں میں ہاتھ پاؤں مار کر تھک جانے کے بعد پہلی بار چین کا سانس لیا۔

اس نئے معاشرے کے عناصر ایسی بلند و بالا تعلیمات کے ذریعے مکمل ہوئے جس نے پوری پامردی کے ساتھ زمانے کے ہر جھٹکے کا مقابلہ کر کے اس کا رُخ پھیر دیا اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کی بقا کے لیے سب سے پہلے جان، مال، عزت، خاندان کے تحفظ کا حق اور اجتماعی طور پر پورے انسانی معاشروں کے تحفظ کے حقوق کا نہ صرف رسمی اعلان کیا بلکہ یقینی طور پر اس کے عمل نفاذ کی ضمانت فراہم کر کے جبر و استبداد اور استحصال طرزِ زندگی کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا)) ❶

''یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو (تا قیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔''

مدینہ منورہ میں قیام امن و امان کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے ایک تابناک کارنامہ سرانجام دیا جسے ''مواخات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ کل نوے آدمی تھے، آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غم خوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ وراثت کا یہ حکم جنگ بدر تک قائم رہا۔ پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ﴾ (الاحزاب: ٦)

---

❶ صحیح بخاری: ٢٣٤/١۔ صحیح مسلم: ٣٩٤/١-٤٠٠۔

”اور اللہ کی کتاب میں مومنین ومہاجرین رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“

تو انصار ومہاجرین میں باہمی توارث کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔ یوں مہاجرین اپنی باہمی اسلامی اخوت، وطنی اخوت اور رشتہ و قرابت داری کی اخوت کی بنا پر آپس میں اب مزید کسی بھائی چارے کے محتاج نہ تھے جبکہ مہاجرین اور انصار کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔“ ❶

اس مواخات کا اصل مقصود قیام امن وامان تھا۔ غزالی نے لکھا ہے:

”یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں۔ حمیت وغیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی وپستی کا معیار انسانیت وتقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارک باد نہ تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو۔ بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایک اور غم گساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور اسی لیے اس نے اس نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا۔“ ❷

ایسے ہی ایک اور عہد و پیمان کرایا جس کے ذریعے ساری جاہلی اور قبائلی کشمکش کی جدار منہدم کر دی، اور دورِ جاہلیت کے رسم و رواج کے لیے بالکل بھی گنجائش نہ چھوڑی۔ یہ دُنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جس نے مختلف مذاہب کے قبائل اور جماعتوں کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے بہترین مقاصد کے لیے متحد کر دیا، اس میں ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن وسکون اور تعمیر وترقی کی راہ پر لگانے کا ذکر ہے، کوئی

---

❶ زاد المعاد: ۲/۵۶.
❷ فقه السيرة، ص: ۱٤۰، ۱٤۱.

مقنن ریفامراس طرح کا نقشہ حقوق پیش نہیں کرسکتا۔

الغرض آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر اسلامی ریاست کی تاسیس فرمائی تو چند سال کے اندر اندر سارے عرب میں امن کی ایسی فضا قائم ہوگئی کہ ایک ہودج نشین عورت بھی تن تنہا کسی خوف وخطرے کے بغیر سینکڑوں میل کا سفر طے کرسکتی تھی۔ جہاں آپ علیہ السلام نے حدود اللہ کو سختی سے نافذ فرمایا وہاں اپنے موعظہ حسنہ سے اہل اسلام کو اتحاد و اخوت کی نہایت مستحکم لڑی میں پرو دیا۔ ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا اور ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی اور اُس کی عزت و آبرو کا محافظ بنا دیا۔

مشرکین مکہ نے نہ صرف دعوت حق کی زبردست مخالفت کی تھی بلکہ اہل حق کو وطن عزیز سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بار بار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہی سبب تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دشمن اور مُعاند قوم کی حیثیت دی اور ان سے قتال روا رکھا۔ لیکن ٦ ھ میں جب انہوں نے مسلمانوں سے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ ﷺ نے بھی اس سے انکار نہیں فرمایا اور یوں صلح نامہ حدیبیہ معرضِ وجود میں آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مشرکین نے صلح نامہ کی پابندی نہ کی اور رسول اللہ ﷺ کو انہیں مطیع کرنے کے لیے طاقت استعمال کرنی پڑی، تاہم جب وہ مغلوب ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سب کو معاف کر دیا اور اُن سے ایسا حسنِ سلوک کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں (یہود و نصاریٰ) سے امن و صلح اور باہمی تعاون کے معاہدے کیے۔ ساتھ ہی متعدد قبائل سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ اس کا مقصد طاقت کے بل بوتے پر غلبہ یا آس پاس کے علاقوں پر قبضہ جمانا نہ تھا بلکہ ایک پُر امن معاشرہ قائم کرنا تھا جس کے تمام افراد ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے کے پابند ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے جو خارجہ حکمت عملی اختیار فرمائی وہ بے نظیر تدبر و فراست اور آئین جہانبانی کی آئینہ دار تھی۔

١٠ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ حقوق

اللہ اور حقوق العباد کے دائمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس عظیم الشان خطبے کی چند شقیں ملاحظہ ہوں:

- اگر تم کتاب اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی سنت پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوسکو گے۔
- کسی سے ناانصافی مت کرو۔
- کسی عرب کو عجمی پر، کسی عجمی کو عرب پر، کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں ہے بجز تقویٰ کے۔
- سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں اور تم سب ایک امت ہو۔

الغرض رسول اللہ ﷺ نے قیام امن و سلامتی کے لیے بیش قیمت اصول مرتب فرمائے اور اپنے قول و فعل سے عدل و انصاف کے وہ تابناک شمعیں جلائیں جن کی بدولت نہ صرف عہد نبوی میں ظلم و استبداد کی ظلمتیں محو ہوئیں بلکہ اُن کی روشنی آج تک بنی نوعِ انسانی کے لیے مشعلِ راہ ہے اور تا روزِ قیامت نسلِ انسانی اس سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید : ۲۵)

”ہم نے اپنے رسول بھیجے صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔“

رومانیہ کا مشہور غیر مسلم ادیب و سیرت نگار گونسٹن و یژریل جارج ”خطبہ حجۃ الوداع“ کی جامعیت اور تاثیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جب ہم یہ خطبہ پڑھتے ہیں تو باوجود یکہ ہم یورپی ہیں اور پیغمبر امن (ﷺ) کی آواز ہم نے نہیں سنی، اور نہ ہم اس مقام پر اس مجمع میں موجود تھے پھر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسلام میں اس خطبہ کا بہت اثر رہا ہے اور آج بھی ہے۔“ [1]

[1] محمد رسول اللہ ﷺ از گونستن ویژریل جارج، ص : ۴۲۴۔

آج اسلام، اسلامی دُنیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو انسانی حقوق، امن وامان اور مساوات کے حوالے سے ہدفِ تنقید بنانے والے درحقیقت تاریخی صداقت اور ناقابل تردید ابدی حقیقت کو جھٹلا کر انسانیت کے خلاف اپنے سیاہ کارناموں اور تاریخِ مظالم کے سفاکانہ جرائم سے توجہ ہٹا کر اس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات سے چشم پوشی اور بغاوت کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ ان تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ہم نے پھر رنگ ونسل، قوم ووطن، زبان و لباس وغیرہ کے بودے حلقوں میں مقید ہو کر یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم محفوظ ہو گئے۔ ہر ایک، قوم کی تعریف اپنے مزاج ومفاد کے مطابق وضع کر رہا ہے۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم کا ایک سلسلہ چل نکلا ہے جو رُکنے کا نام نہیں لیتا۔ ہماری اجتماعیت اور قوت پارہ پارہ ہوتی جا رہی ہے، سوچ محدود ہوتی جا رہی ہے جس نے پوری قوم کو مفاد پرستی کے مہلک مرض میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم داخلی طور خوش اور پُرامن ہیں اور نہ خارجی دُنیا میں ہمارا کوئی مقام اور وزن ہے، ہر طرف قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾ (المائدة: ٣٢)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو قتل کر دے، سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو، تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک جان کو (ناحق قتل ہونے سے) بچائے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کی جان بچائی۔''

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایک ایسے انسان کو قتل کیا جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔ [1]

---

[1] تفسير طبري: ٦/٢٧٥، ٢٧٦.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس نے کسی ایک مسلمان کے خون کو حلال سمجھا اس نے گویا تمام انسانوں کے خون کو حلال سمجھا اور جس نے کسی ایک مسلمان کے خون کو حرام سمجھا تو اس نے گویا تمام انسانوں کے خون کو حرام سمجھا۔ ❶

اعمش وغیرہ نے ابو صالح سے اور انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس دن حاضر ہوا جب آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا تو میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو ہریرہ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تمام لوگوں کو، پھر ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں؟ میں نے عرض کی: جی نہیں۔ فرمایا: اگر آپ نے ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، لہٰذا آپ چلے جائیں، میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر وثواب دے گا اور آپ کو کوئی گناہ نہیں ہوگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی یہ بات سن کر واپس آ گیا اور میں نے کسی سے کوئی لڑائی نہیں کی۔ ❷

علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ بات ارشاد باری تعالیٰ: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ کے مطابق تھی۔ زندگی کے موجب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایسے انسان کو قتل نہ کرے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام قرار دیا ہو، اس لیے اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگانی بخشی، یعنی جو اس کے قتل کو حرام سمجھے مگر یہ کہ اسے قتل کرنا حق ہو تو اس سے تمام تر انسان محفوظ رہے۔ ❸

مسلمان کا قتل تو کجا، معاہد کے قتل کے بارے میں بھی ممانعت، زجر وتوبیخ اور وعید وارد ہوئی ہے، معاہد سے مراد وہ شخص ہے جو اہل حرب میں سے ہو مگر وہ مسلمانوں سے امن طلب

---

❶ تفسیر طبری: ٦/٢٧٥، ٢٧٦

❷ الطبقات الکبری لابن سعد: ٣/٧٠_ الدر المنثور: ٢/٤٩٠

❸ ...سیر الطبری: ٦ ...٢٧...

کر لے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت کو بیان کیا ہے:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَ إِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا)) ❶

''جس شخص نے معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، اور یقیناً اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت طے کرنے پر بھی محسوس کی جاتی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ وَ كُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ)) ❷

''یہودی، عیسائی اور ہر معاہد کی دیت ایک مسلمان کی طرح کی دیت ہے۔''

قارئین کرام! وہ عظیم الشان قلعہ جو ہماری حفاظت کا ضامن تھا اور جس کے بنیادی پتھر عقیدہ، اخوت، ایثار تھے، اُسے ہم نے اپنے ہی ہاتھوں مسمار کر ڈالا۔ ان کٹھن حالات میں اگر ہمیں اپنی بقا اور سلامتی مطلوب ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی سبق اور درس پر عمل کرنا ہوگا جس نے ہم بکھرے ہوؤں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ یہی سبق ہماری بلکہ ہر کسی کی عظمتِ رفتہ کا باعث بنا تھا اور اسی کے ذریعے ہم موجودہ دہشت گردی، قتل و غارت، ذلت و پستی کی دلدل اور درندگی کی صفات سے بری ہو سکتے ہیں۔

عقیدۂ توحید صرف آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی ہی ضمانت نہیں، بلکہ دنیا کی فلاح، سعادت و سیادت، غلبہ و حکمرانی اور استحکامِ معیشت کا علمبردار ہے۔ فلاح کا یہ پروگرام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر دی گئی اپنی پہلی دعوت جو صرف عقیدۂ توحید کے اپنانے پر مشتمل تھی میں پیش فرما دیا تھا۔ ((قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا)) اس کے علاوہ آیت استخلاف، اور سورۂ قریش وغیرہ کا مضمون بھی اسی حقیقت پر شاہد عدل ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجزیة، رقم: ۳۱۶۶.

❷ مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۹۷، ۹۸.

الغرض عقیدۂ توحید دونوں جہانوں کی سعادتوں کا سرچشمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنوں کی بھلائی، بہتری اور خیر خواہی کا فیصلہ فرماتے ہوئے، توحید کو ان کا مقصدِ تخلیق قرار دیا، اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں توحید کو ((حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ)) ''اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق'' قرار دیا گیا ہے۔

کتاب ہذا ''اسلام کا نظامِ امن وسلامتی'' میں ہمارے بھائیوں جناب ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور فضیلۃ الشیخ حافظ حامد محمود الخضری نے اسی چیز کو اجاگر کیا ہے، کتاب کا مواد انتہائی سنجیدہ ثقاہت کی کسوٹی پر پرکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر دعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کو نوعِ انسانی کے لیے امن و سلامتی اور اطمینان وسکون کی تلاش کا باعث بنائے بلکہ اسے ایسا کوثر جاری بنائے کہ جس کے ماءِ بارد سے انسانیت کو ایسی توانائیاں ملیں کہ پینے والے نہ صرف وقتی طور پر سیراب ہوں بلکہ صدیوں تک آنے والوں کے جگر کی گرمی اور پیاس کی آتش بجھ جائے۔ آمین یارب العالمین

و صلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد و آله و صحبه و سلم .

و کتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست ادارہ: انصار السنۃ پبلی کیشنز، لاہور

باب نمبر ۱:

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا پیغامِ امن وسلامتی

فصل نمبر ۱

رسول اکرم ﷺ سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء : ۱۰۷)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے گا، اس نے گویا اس رحمت کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کیا، نتیجةً دنیا و آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہوگا اور چونکہ آپ کی رسالت پورے جہان کیلئے ہے، اس لیے آپ پورے جہان کے لیے رحمت بن کر یعنی اپنی تعلیمات کے ذریعے سے دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔''

آپ ﷺ کا وجود ذریعہ اَمان ہے:

رسول اللہ ﷺ باعث رحمت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (الانفال : ۳۳،۳۲)

''اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے لیے مجھ پر دو ''امان'' نازل کیے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝﴾ (الانفال: ۳۳)

''کہ جب تک آپ اُن کے درمیان ہوں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا، اور جب تک وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔''

جب میں دنیا سے رُخصت ہو جاؤں گا تو ان کے لیے دوسرا ذریعہ امان ''استغفار'' قیامت تک باقی رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل ایمان پر رحمت:

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن پر تمہاری نقصان والی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔''

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''نبی کریم ﷺ کی دوسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ آپ پر ہر وہ بات شاق گذرتی ہے جس سے امت مسلمہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

آپ کی تیسری صفت یہ ہے کہ آپ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپ کی امت جہنم میں نہ ڈال دی جائے، اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اس امت کی رہنمائی کر دیں۔

اور چوتھی صفت یہ ہے کہ آپ مومنوں کے لیے بہت ہی رحم دل ہیں، اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں، تاکہ اللہ کی جنت کے حق دار بنیں۔'' (تیسیر الرحمن، ص: ٦٠٠)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((يٰأَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ .))❶

''اے لوگو! میں تو صرف ایک تحفۂ رحمت ہوں۔''

اہل ایمان پر آپ ﷺ کی رحمت کی مثالیں ملاحظہ فرمایئے گا۔ کہ اُمت کی سہولت کے لیے دورانِ سفر رسولِ اکرم ﷺ نے قصر نماز ادا کرنے اور دو نمازیں جمع کرنے کی رخصت دی ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ .))❷

''میں آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں، دوران سفر آپ دو رکعتوں سے زیادہ نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔''

امت کی سہولت کے لیے دورانِ سفر آپ ﷺ نے روزہ چھوڑنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ چنانچہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

---

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ٤٩٠۔ مستدرك حاكم: ٣٥/١۔ طبراني صغير: ٥١/١.

❷ صحيح بخاري، كتاب التقصير، رقم: ١١٠٢.

((أَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ .)) ❶

''کیا میں سفر میں (فرض) روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو رکھو، چاہو تو نہ رکھو۔''

اہل ایمان پر رحمت اور ان کی مغفرت کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی مستجاب دعا محفوظ فرما رکھی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ. وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيمَةِ. فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا .)) ❷

''ہر نبی کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے، تمام انبیاء نے جلدی کی اور وہ دعا (دنیا میں ہی) مانگ لی، جبکہ میں نے وہ قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے۔ اور میری دعا ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس آدمی کو فائدہ دے گی جس نے مرتے دم تک کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا۔''

اپنے گھر والوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ اپنے اہل و عیال کے ساتھ دوسرے تمام لوگوں کی نسبت اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرٌ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ .)) ❸

---

❶ صحیح بخاری، باب الصوم فی السفر والإفطار، رقم: ۱۹۴۳.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۳۳۸.

❸ سنن ترمذی. ابواب المناقب، رقم: ۳۸۹۵۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۸۵.

’’تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے اچھا ہو، اور میں تم سب میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے اچھا ہوں۔ جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کی بری باتیں کرنا چھوڑ دو۔‘‘

بچوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر بچوں سے محبت اور شفقت فرمانے والے تھے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’آپ ﷺ سارے لوگوں سے بڑھ کر بچوں اور گھر والیوں پر رحم فرمانے والے تھے۔‘‘ [1]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’رسول اکرم ﷺ انصار سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر (محبت سے) ہاتھ پھیرتے۔‘‘ [2]

مریضوں اور کمزوروں پر آپ ﷺ کی رحمت:

ضعیف اور کمزور لوگوں سے ملنے اور مریضوں کی عیادت فرمانے کے لیے آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے۔ سیّدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے ضعفاء کے ہاں خود تشریف لے جاتے، ان سے ملاقات فرماتے، ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔ [3]

خدمت گزاروں اور غلاموں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے اپنے خدمت گزاروں اور غلاموں سے کبھی مواخذہ نہیں کیا، کبھی سختی فرمائی نہ کبھی برا بھلا کہا اور نہ ہی کسی بات کا برا منایا۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز

---

[1] صحيح الجامع الصغير، رقم: ٤٦٧٣.

[2] سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٢١١٢.

[3] سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ٢١١٢.

آپ ﷺ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا تو میں نے (مذاقاً) کہا، اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہی تھا کہ جس بات کا آپ نے حکم دیا ہے میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ میں باہر نکلا تو میرا گزر کچھ لڑکوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں نے بھی کھیلنا شروع کر دیا) اچانک رسول اللہ ﷺ نے پیچھے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے (پیار سے) ارشاد فرمایا: انیس! (انس کی تصغیر) میں نے تمہیں جس کام کے لیے بھیجا تھا ادھر گئے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! بس ابھی جاتا ہوں۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے آپ کی مسلسل نو سال خدمت کی، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کوئی کام نہ کیا ہو تو آپ نے پوچھا ہو کہ کیوں نہیں کیا اور اگر کیا ہو تو آپ ﷺ نے پوچھا ہو، کیوں کیا ہے؟ ❶

آپ ﷺ اپنے خدمت گزاروں سے دل لگی بھی فرمایا کرتے تھے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے رسول اللہ (کبھی) مخاطب کر کے کہتے ''یَـا ذَاالْأُذُنَیْـنِ'' اے دو کانوں والے!'' ❷

آپ ﷺ نے اپنے خدام کی غلطیوں سے روزانہ ستر (۷۰) مرتبہ درگزر کرنے کا حکم [فر]مایا، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں اپنے نوکر کو (دن میں) کتنی مرتبہ معاف کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی نے دوبارہ عرض کیا، یارسول اللہ! میں اپنے نوکر کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً'' ''ہر روز ستر مرتبہ۔'' ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، رقم: ۲۳۱۰.

❷ سنن ابو داود، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۰۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۰۷۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، رقم: ۱۹۴۹۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۴۸۸.

کفار اور مشرکین پر آپ ﷺ کی رحمت:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ ، قَالَ: اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا ، وَ اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً .)) ❶

"(ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کو بددعا دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔"

ایک روایت میں ہے:

"سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ بسا اوقات احادیثِ رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حذیفہ! ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو، تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں، تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے۔ ہاں! البتہ میں چونکہ "رحمة للعالمين" ہوں، تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی (قیامت کے روز) ان لوگوں کے لیے موجبِ رحمت بنا دے۔" ❷

ایک دوسری روایت میں ہے:

"ابوجہل نے کہا، اے قریشیو! محمد یثرب میں چلا گیا ہے۔ اپنے طلایئے کے لشکر اِدھر اُدھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے، وہ خار کھائے ہوئے ہے، کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے، واللہ! اس کے

---

❶ صحيح مسلم، رقم : ٢٤٠٧.

❷ مسند احمد: ٤٣٧/٥۔ سنن ابو داؤد، كتاب السنة، رقم: ٤٦٥٩۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

جادوگر بے مثال ہیں، میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتا ہے۔تم جانتے ہو کہ ''اوس'' اور ''خزرج'' ہمارے دشمن ہیں، اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔

اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے، ابوالحکم سنو! تمہارے اس بھائی سے 'جسے تم نے اپنے ملک سے جلاوطن کر دیا ہے، میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا، اب جبکہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے چھوڑ دو، تمہیں چاہیے کہ تم اس سے بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا، نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہیے۔ یادرکھو! اگر اس کے طرف دار تم پر غالب آ گئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے، ود رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ، میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہیے کہ یا تو وہ محمد (ﷺ) کو نکال دیں، اور وہ بیک بنی دوگوش تن تنہا رہ جائے، یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہیے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا، اور انہیں ناکوں چنے چبوادوں گا۔ جب حضور ﷺ کو ان باتوں کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں انہیں قتل وغارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا، میں رحمت ہوں، میرا بھیجنے والا اللہ ہے۔ وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے۔'' [1]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔آپ ہی کے ذریعہ سے غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق وباطل کی راہوں کو ممیز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے۔ جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طور پر گزارنے کے اصول اور ڈھنگ سیکھے۔ پھر اس راہ پر

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳ / ٤٨٧.

چلنے سے انسان کی اُخروی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔

جہان والوں کے لیے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کو زندگی بھر تکلیفیں سہہ سہہ کر بحکم الٰہی خالص توحید کی دعوت دیتے رہے، اور ایک موحد کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اسے آخرت میں ایک نہ ایک دن ضرور دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے گی خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ درج ذیل حدیث اسی بات کی وضاحت کرتی ہے۔

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس کی روشنی اردگرد پھیل گئی تو کیڑے اور پتنگے اس آگ میں گرنے لگے۔ اب وہ شخص انہیں آگ سے دور ہٹانے لگا (تاکہ جلنے سے بچ جائیں) مگر وہ مانتے ہی نہیں اور اسی آگ میں گھستے، گرتے اور مرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ کر تمہیں آگ سے دور کھینچتا ہوں اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچ جاؤ۔ لیکن تم لوگ ہو کہ سنتے ہی نہیں اور اس میں گرے جا رہے ہو۔'' [1]

رہی بات کفار کی کہ آپ ﷺ کفار کے لیے کیسے رحمت تھے۔ اس کے متعلق امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ابن جریر میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے، اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ صرف دنیا میں ہی رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے، آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ پہلی امتوں کے کافروں پر یہ عذاب آئے تھے۔'' [2]

---

[1] تفسير تيسير القرآن: ٣/ ١٣٣.

[2] تفسير ابن كثير: ٣ / ٤٨٧.

حیوانات اور جمادات پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے جانور کے چہرہ پر داغ لگانے اور چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَمَا بَلَغَكُمْ اَنِّي لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيْمَةَ فِيْ وَجْهِهَا اَوْ ضَرَبَهَا فِيْ وَجْهِهَا ، فَنَهٰى عَنْ ذٰلِكَ .)) ❶

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے والے یا جانور کے چہرے پر مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ پھر آپ نے ایسے کرنے سے منع فرمایا۔''

رسول کریم ﷺ چیونٹیوں کے بل کے پاس سے گزرے، جسے آگ سے جلایا گیا تو رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ)) ❷

''آگ کی سزا تو آگ کا مالک ہی دے سکتا ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔'' ❸

سیّدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو دوسروں پر رحم نہ کرے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' ❹

رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپ ایک مرتبہ سفر میں ایک جگہ اترے، ایک

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ٢٥٦٤۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
❷ سنن ابو داود، کتاب الادب، رقم: ٥٢٦٨۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔
❸ معجم صغير للطبراني، ص: ٦٧٤۔ صحيح الجامع، رقم: ٨٩٦۔
❹ معجم صغير للطبراني، ص: ٦١٥۔ صحيح بخاري، رقم: ٦٠١٣۔

پرندہ (سرخاب) آ کر آپ کے سر مبارک کے اوپر پھڑ پھڑانے لگا، گویا وہ آپ کی پناہ میں رو کر شکوہ کر رہا تھا کہ ایک آدمی نے اس کے انڈے لے کر اس پر ظلم کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَيُّكُمْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِبَيْضَتِهَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا اَخَذْتُ بَيْضَتَهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ رُدُّوْهَا رَحْمَةً لَّهَا)) ❶

"کس نے اس کے انڈے اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اس کے انڈے لیے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس پر رحم کرو اس کے انڈے واپس کرو۔"

نبی معظم ﷺ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی، اس نے بلی کو باندھا اور اسے نہ کھلایا، اور نہ پلایا، اور نہ ہی اسے قید سے چھوڑا کہ زمین کے جانور شکار کر کے کھاتی یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔ ❷

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((نَزَلَ نَبِيٌّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ ، فَاَمَرَ بِجَهَازِهٖ ، فَاُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ، ثُمَّ اَمَرَ بِبَيْتِهَا ، فَاُحْرِقَ بِالنَّارِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ ، فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً؟)) ❸

"ایک مرتبہ ایک نبی کسی درخت کے نیچے ٹھہرے، ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا اس پر انہوں نے اپنا سامان وہاں سے اٹھوایا، پھر آگ منگوا کر ساری چیونٹیاں جلا دیں، اس پر ان کی طرف وحی کی گئی کہ کیوں نہ ایک ہی قصوروار چیونٹی کو مارا ہوتا۔"

جانوروں پر رحمت کے مختلف انداز تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

❶ صحیح الادب المفرد باب اخذ البیض من الحجرة، رقم الحدیث: ۳۸۲.

❷ صحیح بخاری، رقم: ۳۳۱۸.

❸ صحیح بخاری، رقم: ۳۳۱۹.

''جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے اور اس سے انسان اور جانور کھاتے ہیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔'' ❶

سیّدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ نے ہر کام کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھے انداز سے قتل کرو، اور جب جانور ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں سے ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور ذبح ہونے والے جانور کو آرام پہنچائے۔'' ❷

جانوروں پہ رحمت کا یہ بھی انداز ہے کہ موذی جاندار کو مارنے کا حکم صادر فرمایا تو کہا کہ پہلی ضرب میں مارنے والے کو زیادہ ثواب ہے اور جیسے جیسے زیادہ ضربیں لگا کر مارو گے ثواب کم ہوتا جائے گا، اس حکم سے مراد بھی یہی ہے کہ جانور کو اس انداز سے قتل کیا جائے کہ اسے کم تکلیف ہو، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب کے ساتھ مارا اسے اتنی اور اتنی نیکیاں ملیں گی اور جس نے اسے دوسری ضرب کے ساتھ مارا اسے اتنی اور اتنی یعنی پہلے سے کم نیکیاں ملیں گی اور جس نے تیسری ضرب کے ساتھ مارا اسے اتنی اور اتنی یعنی دوسری سے کم نیکیاں ملیں گی۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''جس نے پہلی ضرب کے ساتھ گرگٹ کو مارا اس کے لیے ایک سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور دوسری ضرب میں اس سے کم، تیسری میں اس سے بھی کم۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ٦٠١٢.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصید، رقم: ٢٠٥٥.

❸ صحیح مسلم، کتاب الدم، رقم: ٥٨٤٦، ٥٨٤٧.

الغرض آپ ﷺ حیوانات کے لیے بھی نبی رحمت بن کر آئے اور ایسے ہی جمادات کے لیے بھی آپ بڑے رحم دل تھے۔ احد پہاڑ نے حرکت کی تو آپ ﷺ نے اسے تھمنے کا حکم دیا تو وہ فوراً ساکن ہو گیا۔ روتے ہوئے کھجور کے تنے پر آپ ﷺ نے دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔

فصل نمبر۲:

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات

نبی کریم ﷺ کا خلقِ عظیم:

رسول اللہ ﷺ اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ نرم مزاج، خوش اخلاق اور شیریں زبان تھے۔ آپ جب گفتگو فرماتے تو کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ سلام میں بھی خود پہل کرتے تھے اور مصافحہ میں بھی پہل خود کرتے۔ حضور صادق المصدوق ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیکر تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤﴾ (القلم : ٤)

''اور (اے پیغمبر!) بلا شبہ آپ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔''

''خلقِ عظیم'' سے مراد اسلام، دین یا قرآن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اس خلق پر ہیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمھیں قرآن یا دین اسلام میں دیا ہے۔ یا اس سے مراد وہ تہذیب وشائستگی، نرمی وشفقت، امانت وصداقت، حلم وکرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں، جس میں آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے، اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔ اسی لیے جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا:

((كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ)) ❶

''آپ کا خلق تو قرآن تھا۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب ''خلقِ عظیم'' کے مذکورہ بالا دونوں مفہوموں کو شامل ہے۔ ❷

---

❶ صحيح مسلم، كتاب المسافرين.

❷ تفسير أحسن البيان، ص : ١٦١١.

آپ ﷺ خلق عظیم کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اخلاق بھی بہتر فرمانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ خود رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ .)) ❶

''مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچاؤں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ ، وَ أَنَا خَيْرٌ لِأَهْلِيْ .)) ❷

''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ أُفٍّ وَلَا: لِمَ صَنَعْتَ ؟ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ .)) ❸

''میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا، یہ کیوں نہیں کیا؟''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

((كُنْتُ أَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيْدَةً وَرَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ،

---

❶ مسند احمد: ۳۸۱/۲، رقم: ۸۹۵۲۔ شعیب ارناؤوط نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ موطا امام مالک، كتاب حسن الخلق، رقم: ۷.

❷ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، رقم: ۱۹۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحيح بخاری، كتاب الأدب، رقم: ۶۰۳۸۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، رقم: ۶۰۱۸.

ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ ! مُرْ لِي مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ .)) ❶

"میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور آپ پر گہری حاشیہ دار نجرانی چادر تھی ۔ تب ایک دیہاتی سامنے آیا، اور اس نے آپ کی چادر بڑے زور سے کھینچی۔ جس کے نتیجے میں نبی رحمت ﷺ اس کے سینے کی طرف جھک گئے ۔ یہاں تک کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی گردن مبارک کے ایک طرف ، چادر کے کنارے کو زور سے کھینچنے کے سبب ، رگڑ کا نشان دیکھا۔ پھر دیہاتی نے کہا ، اے محمد! آپ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے مجھے بھی کچھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے ، اور اس کو کچھ عطا کرنے کو کہا۔"

حضور صادق المصدوق ﷺ صاحب خلق عظیم پیغمبر نے اپنے خلق عظیم کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا جس کی نظیر چشم فلک نے دیکھی اور نہ دیکھے گی ۔ یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر اغیار کو بھی کوئی چارہ نہیں ہے کہ سرورِ مرسلاں ﷺ کے اعلیٰ اور اکمل کمالات، عمومی بعثت، تکمیل دین، دائمی رسالت اور افضلیت ، رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم ختم نبوت ہی کے ثمرات ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہونٹوں میں لطافت بھری تھی۔ شہد سے شیریں زبان ، گفتگو تھی کہ گویا موتیوں کی لڑی، زبان اتنی شیریں اور شگفتہ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

ہونٹوں کو بوقت گفتگو چومتی تھی شگفتگی
بات جو تھی وہ پھول تھی ، پھول جو تھا وہ گلاب تھا

((وَ إِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ حَلْوُا الْمَنْطِقِ لَا نَذَرَ وَ لَا هَزَرَ كَانَ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتٌ يَتَحَدَّرُوْنَ .)) ❷

"حضور ﷺ کے کلام میں لطافت بھری ہے ، شیریں کلام ، جچے تلے الفاظ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۱۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ۲۴۳۹.

❷ مستدرك حاكم۔ امام حاکم نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

گفتگو گویا موتیوں کی لڑی۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً، وَلَا خَادِمًا .)) ❶

''نبی کریم ﷺ نے نہ کسی جان دار چیز کو، نہ کسی عورت کو، اور نہ ہی کسی خادم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ مارا۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے متعلق انجیل میں لکھا ہے کہ نہ تو فحش گو تھے، نہ فحش باتوں کو پسند فرماتے تھے، نہ بازاروں میں اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لینے والے تھے۔'' ❷

اور سیّدنا داؤد علیہ السلام نے بھی رسول اللہ ﷺ کا حسن مبارک بیان کرنے کے بعد آپ کے خلق عظیم کا ذکر فرمایا کہ ''تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔'' ❸

شیخ عبدالرؤف عثمان فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جیسے صورت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ کامل ترین تھے، اسی طرح اخلاق کے اعتبار سے بھی لوگوں میں سب سے زیادہ کامل تھے۔'' ❹

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

ا۔ حقوق و فرائض:

ایک انسان پر دوسرے انسان کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ادا کرنے والے

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۳۰۵.

❷ مستدرك حاکم: ۲/ ۶۱۳۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۰۱۶۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ بحوالہ بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ص: ۱۵۳.

❹ محبة الرسول بین الاتباع: ۱/ ۳۲.

کی نسبت سے انہیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں اس کی نسبت سے انہیں حقوق کہا جاتا ہے۔انہی حقوق وفرائض کو''حقوق العباد'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

۲۔آداب:

رہنے سہنے،اٹھنے بیٹھے،چلنے پھرنے ،بولنے چالنے،کھانے پینے ،سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلقہ مفید اصول وضوابط کو آداب کہا جاتا ہے ،انہی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

۳۔فضائل اخلاق و برے اخلاق:

انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو فضائلِ اخلاق، اور برائیوں کو رذائل اخلاق کہا جاتا ہے۔فضائل کو اپنانا ضروری ہوتا ہے اور رذائل سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

ذیل میں ان حقوق وفرائض،آداب اور فضائل ورذائل کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جارہی ہے ،تاکہ انسان وقتاً فوقتاً ان پر نظر ڈالتا رہے اور اس کی لوحِ ذہن ودماغ پر ان کا نقشہ اچھی طرح ثبت ہو جائے۔

حقوق وفرائض ایک نظر میں:

(1) حقوق الوالدین، (ماں باپ کے حقوق)، (2) حقوق الاولاد (بال بچوں کے حقوق) (3) حقوق الزوجین (میاں بیوی کے حقوق)، (4) اہل قرابت کے حقوق (عزیز رشتہ دار، دوست واحباب اور سسرال وغیرہ کے حقوق)، (5) اساتذہ کے حقوق، (6) تلامذہ کے حقوق، (7) ہمسایوں کے حقوق، (8) یتیموں کے حقوق، (9) بیواؤں کے حقوق، (10) حاجت مندوں کے حقوق، (11) غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق، (12) خادموں اور ملازموں کے حقوق، (13) مہمان کے حقوق، (14) عام مسلمانوں کے حقوق، (15) عام انسانوں کے حقوق (مسلم اور غیر مسلم) اور (16) جانوروں کے حقوق۔

آداب ایک نظر میں:

(۱) طہارت کے آداب، (2) کھانے پینے کے آداب، (3) مجلس کے آداب، (4) ملاقات کے آداب، (5) گفتگو کے آداب، (6) باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آداب، (7) سفر کے آداب، (8) سونے اور جاگنے کے آداب، (9) لباس کے آداب، (10) خوشی کے آداب اور (11) غم والم کے آداب۔

فضائل اخلاق ایک نظر میں:

(1) اتحاد واتفاق، (2) احسان وسلوک، (3) اخوت ومحبت، (4) استغناء و بے نیازی، (5) اعتدال ومیانہ روی، (6) امانت ودیانت، (7) انصاف وعدل، (8) ایثار وکرم، (9) ایفائے عہد، (10) برائی کا بدلہ بھلائی، (11) بردباری وتحمل، (12) فلاح و بہبود، (13) تواضع وانکساری، (14) حسنِ معاملہ، (15) حق گوئی وبیباکی، (16) حوصلہ مندی، (17) شرم وحیا، (18) خشیتِ الٰہی، (19) خوش خلقی وخوش مزاجی، (20) رحم وترحم، (21) رفق والفت، (22) زُہد وقناعت، (23) سادگی، (24) سخاوت وفیاضی، (25) شفقت ورأفت، (26) شیریں کلامی، (27) صبر وثبات، (28) صدق وراستی (سچائی، زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی)، (29) عفت وپاکبازی، (30) عفو ودرگذر، (31) غریب پروری، (32) مساوات پسندی، (33) نرم خوئی، (34) ہمسایہ سے حسن سلوک، (35) یتیم نوازی، (36) خودداری وعزتِ نفس، (37) شجاعت وبہادری اور (38) استقامت۔

برے اَخلاق ایک نظر میں:

(۱) استہزاء وتمسخر (مذاق وٹھٹھا)، (2) اِسراف (حد سے بڑھ کر خرچ کرنا)، (3) افشائے راز، (4) اقتدار کی حرص، (5) بخل، (6) بددیانتی، (7) بدکاری، (8) بدگمانی، (9) فحش کلامی، (10) بغض وکینہ، (11) بہتان طرازی وافتراء پردازی، (12) بے حیائی، (13) بے صبری وتکلف پسندی، (14) تباہی وبربادی، (15) تبذیر (فضول خرچی)،

(16) تجارت میں فسق و فجور، (17) تعصبِ جاہلی، (18) تفرقہ بازی، (19) جاسوسی، (20) جدل و بے جا بحث، (21) جھگڑے اور تنازعات، (22) جھوٹ، (23) جھوٹی گواہی، (24) چغل خوری، (25) چوری، (26) حب دنیا، (27) حسد، (28) خوشامد و مداحی، (29) خیانت (آنکھ، دل اور عمل کی خیانت)، (30) دجل و فریب، (31) دغا بازی، (32) دہشت گردی، (33) دو رُخا پن، (34) ذخیرہ اندوزی، (35) رشوت، (36) رہبانیت، (37) ریاکاری، (38) زناکاری، (39) زیادتی، (40) سود خوری، (41) شراب نوشی، (42) طعنہ زنی، (43) طمع ولالچ، (44) ظالم کو ظلم سے نہ روکنا، (45) ظلم وستم، (46) عریانیت، (47) عناد، (48) عورتوں سے مشابہت، اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا، (49) عیب جوئی، (50) غاصبانہ قبضہ، (51) غدر و غداری، (52) غصہ و اشتعال بازی، (53) غلول (مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے خفیہ طور پر اُٹھالینا)، (54) غیض وغضب، (55) فحاشی وفحش گوئی، (56) فخر وغرور اور گھمنڈ، (57) کبر وتکبر، (58) گالی گلوچ، (59) قتل وغارت گری، (60) قطع تعلقی، (61) لعنت کرنا، (62) مال کی حرص، (63) ناانصافی، (64) ناپ تول میں کمی وبیشی، (65) نسل پرستی، (66) نفاقِ عملی، (67) نفرت و بیزاری، (68) وعدہ خلافی (69) ہوس وحرص (70) غیر معروف طریقہ اختیار کرنا۔

فصل نمبر۳:

نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری

سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَ عِنْدَهُ رَجُلٌ وَ هُوَ لَا يَشْعُرُ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي، فَقَالَ: مَنْ يَمْنَعُكَ؟ قُلْتُ: اللهُ، فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.)) ❶

''کسی غزوہ میں وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے، تو ایک ایسی وادی میں قیلولہ کا وقت ہو گیا جس میں گھنے درخت تھے۔ لوگ درختوں کے سائے میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے، اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی اور سو گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ایک اجنبی آدمی کو اپنے پاس دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی، اور کہنے لگا: اب تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا ''اللہ'' تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ بیٹھا ہے، لیکن آپ نے اس سے انتقام نہ لیا۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ ، وَ أَشْجَعَ النَّاسِ ، وَ لَقَدْ فَزِعَ

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۹۱۳۔

أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ ، وَفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ: لَمْ تُرَاعُوْا ، لَمْ تُرَاعُوْا ، ثُمَّ قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ إِنَّهُ بَحْرٌ .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نہایت دلیر اور شجاع تھے اور لوگوں میں بہترین شخصیت تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ ڈر گئے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے اور جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف دوڑے، دیکھا تو نبی ﷺ پہلے سے موجود تھے اور فرما رہے تھے کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، اور تلوار گردن مبارک میں حمائل تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو نہایت تیز رفتار پایا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''جب جنگ ہوتی اور دشمن سے ملاقات ہو جاتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بچاؤ پکڑتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔'' ❷

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ہم نے مکہ فتح کیا، پھر حنین پر چڑھائی کی۔ مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو میں نے کبھی نہیں دیکھیں۔ سواروں کی صف، پھر پیادوں کی صف، پھر ان کے پیچھے عورتیں، پھر بھیڑ بکریاں، پھر دوسرے چوپائے۔ ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے۔ ہمارے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید تھے۔ مگر ہمارے سوار (دشمن کی تیراندازی کی وجہ سے) ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ گیر ہونے لگے،

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ٢٩٠٨۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٦٠٠٦.

❷ مستدرك حاكم، رقم: ٢٥٨٤۔ دلائل النبوة للبيهقي، رقم: ١١٢١.

اور ذرا سی دیر میں ہمارے سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعراب بھی بھاگے اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔''

بہر حال جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ نے دائیں طرف ہو کر پکارا، لوگو! میری طرف آؤ، میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ اس وقت اس جگہ آپ ﷺ کے ساتھ چند مہاجرین اور اہل خاندان کے سوا کوئی نہ تھا۔

ان نازک ترین حالات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ کا رخ کفار کی طرف تھا، اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

لیکن اس وقت ابوسفیان بن حارث نے آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی، اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام لی تھی۔ دونوں خچر کو روک رہے تھے کہ کہیں تیزی سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کو (جن کی آواز خاصی بلند تھی) حکم دیا کہ صحابہ کرام کو پکاریں۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نہایت بلند آواز سے پکارا، درخت والو! یعنی بیعتِ رضوان والو! کہاں ہو؟ واللہ! وہ لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے، جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے اور جواباً کہا: ہاں ہاں، آئے آئے۔ حالت یہ تھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا، اور نہ موڑ پاتا، تو اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھینکتا، اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا، اور اونٹ کو چھوڑ چھاڑ کر آواز کی جانب دوڑتا۔ اس طرح جب آپ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے تو انہوں نے دشمن کا استقبال کیا اور لڑائی شروع کر دی۔'' [1]

[1] الرحيق المختوم، ص: ٥٦٤.

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن صالح بن عبدالعزیز الغصن لکھتے ہیں:

''لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر شخص رسول اللہ ﷺ تھے۔'' ❶

شیخ محمد اسماعیل الشربینی رقمطراز ہیں:

''کسی شخص سے جتنی ایمانی قوت مطلوب ہے اتنی مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ میں موجود تھی۔ اسی طرح آپ میں یہ بات بھی بدرجہ اتم موجود تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور حال ومقال کے اعتبار سے سب سے بلند تھے۔'' ❷

شیخ علی بن نایف الشحود فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ درگزر کرنے والے، سب سے زیادہ منکسر المزاج اور سب سے زیادہ حیاء والے تھے۔'' ❸

نبی کریم ﷺ کا رعب ودبدبہ:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ.)) ❹

''مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری حاصل ہے (1) مجھے

---

❶ دعاوی المناوئین: ۱/ ۴۱۴.

❷ رد شبہات حول عصمۃ النبی ﷺ فی ضوء السنۃ النبویۃ: ۱/ ۱۱۱.

❸ موسوعۃ الدفاع عن رسول اللہ ﷺ: ۲/ ۴۵.

❹ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، رقم: ۱۱۶۷.

جامع گفتگو کا ملکہ دیا گیا ہے۔ (2) خاص رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (3) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (4) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (5) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (6) مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ.)) [1]

''مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا، اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ میں نے سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''ظاہر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (دشمن پر رعب والی خصوصیت) علی الاطلاق ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن جہاں بھی ہو اور جتنے بھی فاصلے پر ہو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ڈال دیا گیا ہے۔'' [2]

شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دشمن کی طرف رُخ کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید رعب اور

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۷۳۔ صحیح مسلم، ایضاً، رقم: ۱۱۶۸.

[2] فتح الباری: ۲/ ۲٤.

خوف ڈال دیتا ہے۔“ ❶

شیخ علی بن نایف الشحود بیان فرماتے ہیں :

”رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جن دشمنوں کی طرف بھی رُخ کرتے ہیں یا جن کی طرف بھی پیش قدمی کا ارادہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کا خوف اور دبدبہ پیدا فرما دیتا ہے۔“ ❷

❶ تذكرة المؤتسي شرح عقيدة الحافظ عبد الغني المقدسي : ١/ ٣٤٥.

❷ موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ : ١٢/ ٣٣١.

فصل نمبر ٤:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب : ٤٠)

''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((فَهٰذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .)) ❶

''یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا)۔''

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

''خَاتَمْ'' مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں کذاب ودجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہے۔ قیامت کے قریب سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔'' ❷

---

❶ تفسیر ابن کثیر : ٤٢٨/٦.

❷ تفسیر أحسن البیان ، ص : ١١٨٢ـ١١٨٣.

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلِی وَ مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ ، كَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بُنْيَانُهُ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُوْنَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَ خُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ -وَ فِي رِوَايَةٍ : فَأَنَا اللَّبِنَةُ ، وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ .)) ❶

''میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کو دیکھنے والے اس کے اردگرد گھومتے رہے۔ اس عمارت کے حسن کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتے۔ سوائے اس اینٹ کی خالی جگہ کے۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ہی ختم ہوا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ ''میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النّبیین ہوں۔''

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

((إِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِي كَذَّابُوْنَ ثَلاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ، وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ .)) ❷

''عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بنی اسرائیل پر نبی حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ٣٥٣٤، ٣٥٣٥۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ٥٩٥٩.

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والسلام، رقم: ٤٢٥٢۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کی جگہ دوسرا نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ البتہ میرے بعد کثرت سے خلفاء پیدا ہوں گے۔'' ❶

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا:

'' تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' ❷

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ سو فیصد کذاب ہے، خواہ مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی۔

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

'' آپ ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور کہنے لگا، اگر محمد ﷺ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین بنائیں تو میں ان کی تابعداری کرتا ہوں۔ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی لایا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس چلے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب سے مخاطب ہو کر فرمایا' اگر تم محمد ﷺ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو میں نہیں دوں گا (جانشینی تو دور کی بات ہے) اور اللہ نے جو کچھ تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور تو اسلام نہ لائے گا، اور اللہ تجھے تباہ کر دے گا، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تو وہی دشمن ہے، جس کا حال مجھے اللہ تعالیٰ (خواب میں) دکھا جا چکا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ میری طرف سے تمہیں جواب دے گا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ واپس چلے گئے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ٣٤٦٥.

❷ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ١٤٨٤.

"ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں تو میں بہت پریشان ہوا۔ خواب میں ہی مجھے حکم دیا گیا کہ ان پر پھونک مارو، میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر سمجھی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخص پیغمبری کا دعویٰ کریں گے، ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب۔" ❶

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے ابطال پر مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "تیسیر القرآن" میں مفصل بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مرزا کذاب اپنے پیغمبری کے دعوے میں جھوٹا تھا۔ تفصیل کے لیے شائقین اس تفسیر کی طرف رجوع کریں۔ ❷
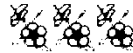
❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة، رقم: ٤٣٧٣.

❷ تیسیر القرآن: ٣/ ٥٩٠_٥٩٥.

فصل نمبر ۵:

نبی کریم ﷺ کی عالم گیر رسالت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝﴾ (الاعراف : ۱۵۸)

"(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی پر جو اللہ تعالیٰ پر اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کی اتباع کرو، تاکہ تم (سیدھی) راہ پر آ جاؤ۔"

اس آیت کی تفسیر کے لیے "صحیح بخاری" کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، چنانچہ اس میں ہے:

"اتفاق سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ چشمک ہو گئی، سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا۔ سیّدنا فاروق رضی اللہ عنہ اسی حالت میں چلے گئے۔ سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ معاف فرمائیں اور اللہ سے میرے لیے بخشش چاہیں۔ لیکن سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے بلکہ کواڑ بند کر لیے، آپ لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس وقت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور ﷺ کی مجلس میں موجود تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہارے اس ساتھی نے انہیں ناراض اور غضبناک کر دیا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد بہت ہی نادم ہوئے اور اسی وقت دربار رسالت

مآب میں حاضر ہو کر ساری بات کہہ سنائی، رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ کے رسول! زیادہ ظلم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑتے نہیں؟ سنو! جب میں نے اس آوازِ حق کو اٹھایا کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تم نے کہا تو جھوٹا ہے، لیکن اس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ ﷺ سچے ہیں۔'' ❶

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُورًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ.)) ❷

''مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء پر برتری حاصل ہے (۱) مجھے جامع گفتگو کا ملکہ دیا گیا ہے۔ (۲) خاص رعب ودبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (۴) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (۶) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''جسے دینِ اسلام کی ذرا بھی سمجھ ہے وہ بالیقین جانتا اور مانتا ہے کہ آپ ﷺ تمام جہان کے لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔'' ❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قل یا یھا الناس انی رسول اللہ ...... رقم: ٤٦٤٠.

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ١١٦٨.

❸ تفسیر ابن کثیر: ٢/ ٤١٤.

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح نسلی یا قومی پیغمبر نہ تھے اور نہ علاقائی۔ آپ کا حلقۂ تبلیغ پوری دنیا کے انسان ہیں اور سارے کے سارے لوگ ہیں، پھر آپ ﷺ وقتی یا کسی مخصوص زمانہ کے بھی پیغمبر نہیں، بلکہ قیامت تک کے لیے پیغمبر ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت کا کام تا قیامت جاری رہے گا، کیونکہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، (اللہ کی طرف سے آنے والا نہیں) اور اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا۔ آپ نے اپنی زندگی بھر امکانی حد تک تبلیغ رسالت کا فریضہ سرانجام دیا، حجۃ الوداع کا موقع پر آپ نے بڑی تاکید سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ جن لوگوں تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچ سکا، ان تک وہ پہنچا دیں، لہٰذا اب اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا کام سرانجام دیں، اور اس کام کے لیے جو ممکن ذرائع اختیار کیے جا سکتے ہیں، وہ کیے جائیں۔'' [1]

پہلی آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

''یہ آیت بھی رسالتِ محمدیہ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں آپ ﷺ پوری بنی نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں، نہ کسی اور مذہب میں، نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔'' [2]

[1] تیسیر القرآن: ۲/ ۱۰۷۔

[2] تفسیر احسن البیان، ص: ٤٦١۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد یہود و نصاریٰ کے پاس بھی بخشش کا ایک یہی راستہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان بھی موجود ہے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آخرالزماں پیغمبر، رحمت عالم محمد ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے یعنی میری نبوت ورسالت کی دعوت اس تک پہنچ جائے اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ ضرور دوزخیوں میں ہوگا۔'' ❶

شیخ عبدالرحمٰن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص بھی یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا عیسائی یا کوئی اور، اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اس پختہ عہد (جس پر اللہ اور اس کے رسولوں کی گواہی ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا سب کے لیے لازم ہے) کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔'' ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ٣٤٦.

❷ تفسیر السعدی، ص: ٣٨٧.

فصل نمبر۶:

نبی کریم ﷺ کی بشارت تورات وانجیل میں بھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ﴾ (الصف : ٦)

''اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں، اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے یہودیوں سے کہا: اے بنی اسرائیل! (یعنی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد!) میں نبی بنا کر اور انجیل دے کر تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں، اور میں وہی دعوت لے کر آیا ہوں جو تورات کی دعوت تھی، یعنی ایک اللہ کی بندگی، اور غیروں کی عبادت کا انکار۔ اور میرے ذریعہ تورات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر موجود ہے، اور اب میں مبعوث ہو چکا ہوں تو ثابت ہوا کہ تورات اللہ کی سچی کتاب ہے اور میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔

اور جب میرے ذریعہ تورات کی تصدیق ہو رہی ہے، اور میں ایک نئے رسول کی بشارت دے رہا ہوں، تو تمہیں مجھ پر ایمان لانا چاہیے، نہ کہ میری تکذیب کرنی چاہیے۔

انجیل یوحنا، باب ۱۴ میں آیا ہے: میں باپ سے طلب کروں گا، تو وہ تمہیں ایک ''فار قلیط'' دے گا۔ صاحب اظہار الحق نے لکھا ہے کہ ''فارقلیط'' کا معنی محمد یا احمد ہے۔ اور انجیل برنباس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل صریح عبارتوں میں آیا ہے اور کہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہوں گے۔'' (بحوالہ تیسیر الرحمٰن، ص: ۱۵۸۲۔ ملخصا)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ١٘ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ١ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

''جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے، جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے، ان کے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے، اور وہ بندشیں کھولتا ہے، جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اس پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت اور مدد کی، اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

''﴿یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ یعنی اُن رسول کے اوصاف و علامات یہ اہل کتاب اپنے ہاں توریت وانجیل میں درج پاتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے اس علان پر معاصر اہل کتاب میں سے کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ وگرنہ جہاں اور الزامات آپ پر اور

آپ کی وحی پر تراشتے تھے وہاں اس الزام کا بھی اضافہ کر دیتے کہ توراۃ اور انجیل میں کہاں ایسے رسول ﷺ کے ظہور کی پیش خبریاں ملتی ہیں؟

توراۃ میں ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

توراۃ میں جتنے تصرفات اور تحریفات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ خود اہل توریت کا بھی نہیں رہا کہ یہ کتاب وحی لفظی کا نمونہ ہے۔ لیکن اتنی تحریفات کے بعد بھی کچھ تو حوالہ جات اس میں اب تک بھی باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے:

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھریو۔''

(استثناء: ۱۸۔۱۵)

''تیرے ہی بھائی'' یعنی اسرائیل کے بھائی، بنی اسماعیل کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟ پھر ان اسماعیلیوں میں ایسا نبی جو ''میرے ہی مانند'' یعنی مشابہت موسیٰ علیہ السلام سے رکھنے والا ہو۔ ہمارے آخر الزمان پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کون ہو سکتا ہے؟

انجیل میں ذکر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

توراۃ کے بعد اب انجیل پر آیئے۔ اس میں ''ترجمہ اور ترجمہ در ترجمہ کی بنا پر حک و اصلاح ترمیم اور تبدیلی کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اور وہ بھی چرا کر چھپا کر نہیں، بلکہ علانیہ اور فخریہ طور پر۔ لیکن باوجود اس کے، اس میں بھی یہ لفظ آج تک لکھے چلے آرہے ہیں۔ یہ مسیح علیہ السلام اسرائیلیوں سے فرما رہے ہیں:

''یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور معمار کی نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی

جائے گی۔اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔'' (متی۔۲۱:۴۲۔۴۴)

''کتاب مقدس'' کا جو فقرہ یہاں نقل ہوا ہے اور انجیل مرقس ۱۲:۱۰۔۱۱...... اور انجیل لوقا ۲۰:۱۸ میں بھی وہ دراصل داؤد نبی کی کتاب زبور کا ۱۱۸:۲۲۱۔ ۲۲ کا ہے۔ معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو ہمیشہ ردّ کیا تھا وہ اسماعیل ہی تھے۔ کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا۔ یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد تھا، اور یہود ونصرانی جو بھی اس سے ٹکرائے وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے، یا پس کر رہ گئے۔''

(بحوالہ خطبات ماجدی، ص:۱۰۔۱۱)

امام بیضاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''جس رسول کے آنے کی بشارت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔'' [1]

مذکورہ بالا دونوں آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت تورات میں بھی موجود تھی اور انجیل میں بھی۔ اسی طرح کچھ احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، جن کو ہم ذیل کی سطور میں نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَ: أَجَلْ ، وَ اللّٰهِ! إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآن ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُوْلِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ ، وَلٰكِنْ يَعْفُو

[1] تفسیر بیضاوی: ۵/۲۹۱.

وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَقُلُوْبًا غُلْفًا .))

''میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تورات میں منقول وصف کے متعلق دریافت فرمایا، سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کیوں نہیں، اللہ کی قسم! تورات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات تو وہ مذکور ہیں جو قرآن مجید میں بھی آئی ہیں جیسے ''اے نبی! ہم نے تجھے گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔'' مزید برآں آپ اَن پڑھوں کے ماویٰ، میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخو وسخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شوروغوغا کرنے والے اور نہ ہی برائی کا برائی سے جواب دینے والے، بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں، اور آپ کی روح اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبض نہ کرے گا جب تک راہ سے بھٹکی ہوئی قوم کو سیدھا نہ کر دیں یہاں تک کہ لوگ اس کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کو نہ مان لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی برکت سے ان کی اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بند دل کھول دے گا۔'' [1]

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے پس منظر سے آگاہ فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ، وَبَشَارَةُ عِيسٰى .)) [2]

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ۲۱۲۵۔

[2] مسند احمد: ۲٦۲/۵، رقم: ۲۲۲٦۱۔ طبرانی کبیر، رقم: ٤۷٦۹۔ مجمع الزوائد: ۲۸۹/۸۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب نجاشی نے مہاجرینِ حبشہ کو اپنے دربار میں بلایا، اور جعفر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سنیں تو پکار اٹھا کہ تم کو مرحبا ہو، اور اس ہستی کو جس کے پاس سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہی ہیں، جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔'' ❶

ان احادیث سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر تورات وانجیل میں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سن کر فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر دی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی واضح علامات موجود تھیں جن کی وجہ سے نجاشی کو یہ رائے قائم کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ ہوا۔ علاوہ ازیں آج بھی تحریف شدہ تورات وانجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے تذکرے موجود ہیں، اور اہل کتاب انہیں پڑھتے ہیں، اور اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں مثلاً:

۱۔ استثناء باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۹
۲۔ متی باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۴۶
۳۔ یوحنا باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱
۴۔ یوحنا باب ۱۴، آیت ۱۵ تا ۱۷
۵۔ یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۵، ۲۶
۶۔ یوحنا باب ۱۶، آیت ۷ تا ۱۵ ❷

انجیل برناباس فصل ۴۴ آیت ۳۰، ۳۱، ۳۲

---

❶ مسند احمد: ۱/ ۴٦۱۔ فتح الباری: ۷/ ۱۸۹۔ البدایة والنهایة: ۳/ ٦۹۔ حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے اس کی سند کو ''حسن اور جید'' قرار دیا ہے۔

❷ ماخوذ از، تیسیر القرآن: ۲/ ۱۰۵، ۴۳۷۔

''اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا: ''اے محمد! اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنا کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔''

''کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کرلوتو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔''

''اور جب کہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔''

انجیل برناباس فصل ۹۷ آیت ۶، ۷، ۸

''اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں، اس لیے کہ اس کو دوست و محفوظ رکھے گا۔ کاہن نے جواب میں کہا: ''کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے؟''

یسوع نے جواب دیا:

''اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے۔''

قارئین کرام! توراۃ اور انجیل میں حوالہ جات اور بھی ہیں۔ اُن سب کی یہاں قراءت کرنے کے بجائے انہیں ''تفسیر ماجدی'' اور ''تیسیر القرآن:۱۰۵/۲، ۴۳۷'' میں ملاحظہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔

فصل نمبر ۷:

رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک

غیر مسلموں کے جو بیرونی وفود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آتے، ان کی نبی اکرم ﷺ خود میزبانی کرتے، چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا، اور ان کی مہمان نوازی خود اپنے ذمہ لی اور فرمایا:

((اِنَّهُمْ كَانُوْا لِاَصْحَابِنَا مُكْرِمِيْنَ ، وَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اُكَافِئَهُمْ)) ❶

''یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز ومنفرد حیثیت رکھتے ہیں، اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذاتِ خود ان کی تعظیم وتکریم اور مہمان نوازی کروں۔''

ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا، اور اس وفد میں شامل مسیحوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ پر مسجد نبوی میں ادا کریں چنانچہ یہ مسیحی حضرات مسجد نبوی کی ایک جانب مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے۔ ❷

نبی اکرم ﷺ کی ان تعلیمات کی روشنی میں چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر ہر اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کو حقوق کا تحفظ حاصل رہا۔

آپ ﷺ کا اہل کتاب کے علاوہ مشرکین (بت پرست اقوام) سے بھی جو برتاؤ رہا

---

❶ شعب الايمان للبيهقي، رقم: ۹۱۲۵.

❷ طبقات ابن سعد: ۳۵۷/۱_ الجامع لاحكام القرآن للقرطبي: ٤/٤، زاد المعاد: ٦٢٩/٣.

اس کی بھی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ مشرکین مکہ و طائف نے آپ ﷺ پر بے شمار مظالم ڈھائے، لیکن جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو آپ ﷺ کے ایک انصاری کمانڈر سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا:

((اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ)) ''آج لڑائی کا دن ہے۔''

یعنی آج کفار سے جی بھر کر انتقام لیا جائے گا، تو آپ ﷺ ناراض ہو گئے اور ان سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس کے سپرد کر دیا اور ابوسفیان سے فرمایا:

((اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ)) ❶

''(آج لڑائی کا نہیں بلکہ) آج رحمت کے عام کرنے (اور معاف کر دینے) کا دن ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے اپنے مخالفین سے پوچھا کہ بتاؤ، میں آج تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟ تو انہوں نے کہا کہ جیسے یوسف (علیہ السلام) نے اپنے خطا کار بھائیوں کے ساتھ برتاؤ کیا تھا، آپ ﷺ سے بھی وہی توقع ہے۔ اس جواب پر آپ ﷺ نے وہی جملہ ارشاد فرمایا جو سیّدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے فرمایا تھا:

((لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ))

''یعنی تم سے آج کوئی پوچھ گچھ نہیں تم سب آزاد ہو۔'' ❷

نبی اکرم ﷺ کا بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِيْ سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ))

''جو ابوسفیان کے گھر میں آج داخل ہوا وہ امن میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کو اس طرح پورا کیا کہ جو بھی اس دن ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اسے امان مل گئی۔ ❸

---

❶ فتح الباری: ۸، ۹.   ❷ جامع صغیر، رقم: ۳۶۸.

❸ صحیح مسلم، رقم: ۱۷۸۰.

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((کَانَ غُلَامٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدُمُ النَّبِیَّ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ ﷺ یَعُوْدُہٗ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ: اَسْلِمْ، فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَ ھُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ لَہٗ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ وَ ھُوَ یَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ)) ❶

''ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے سرہانے بیٹھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام قبول کرلو، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: ابو القاسم ﷺ کی بات مان لے، وہ اسلام لے آیا۔ نبی محترم ﷺ باہر تشریف لائے تو فرمانے لگے: اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے جہنم سے بچالیا۔''

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا: ''میں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی ساری نشانیاں اسی وقت پہچان لی تھیں جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تھا۔ مگر دو نشانیاں ایسی ہیں جن کی پہچان کا موقع ابھی تک نہیں ملا۔ پہلی یہ کہ کیا آپ ﷺ کا حلم آپ کے غضب سے بڑھا ہوا ہے؟ دوم یہ کہ کیا دوسروں کا انتہائی جاہلانہ رویہ آپ کے حلم اور بردباری میں مزید اضافے کا باعث بنتا ہے؟

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں محمد (ﷺ) سے بڑی نرمی سے پیش آتا تھا تاکہ میں آپ سے میل جول رکھ کر آپ کے حلم اور غصے کو جانچ پرکھ لوں۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے۔ آپ کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک بدونما آدمی اپنی سواری پر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! بنو فلاں کی بستی کے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ١٣٥٦.

گئے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا تھا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہیں وافر رزق عطا فرمائے گا۔ اب وہ قحط، سختی اور خشک سالی کی زد میں ہیں۔ اللہ کے رسول! مجھے ڈر ہے مبادا وہ لالچ کرتے ہوئے اسلام سے اسی طرح نکل جائیں جس طرح وہ طمع کے مارے اس میں داخل ہوئے تھے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی امداد کی خاطر ان لوگوں کو کوئی چیز بھیجیں (یہ اقدام بہتر ہوگا۔)'' رسول اللہ ﷺ نے (سوالیہ نظروں سے) ایک شخص (علی رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اس (مال) میں سے کچھ باقی نہیں بچا۔''

زید بن سعنہ کہتے ہیں: (میں تو موقع کی تاک میں بیٹھا تھا) میں کھسک کر آپ ﷺ کے قریب ہو گیا اور کہا: ''اے محمد! کیا آپ میرے ہاتھ اتنی اتنی مدت کے لیے بنو فلاں کے باغ میں سے معلوم مقدار میں کھجوریں فروخت کرنا چاہیے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا، یَا یَهُوْدِيُّ! وَ لٰـكِنْ أَبِيْعُكَ تَمْرًا مَّعْلُوْمًا إِلٰی أَجَلٍ كَذَا وَ كَذَا وَ لَا أُسَمِّيْ حَائِطَ بَنِيْ فُلَانٍ))

''اے یہودی! نہیں، البتہ میں تیرے ہاتھ اتنی اتنی مدت تک کے لیے معلومہ کھجوریں بیچوں گا اور بنو فلاں کے باغ کا نام نہیں لوں گا۔''

میں نے کہا: ''ٹھیک ہے۔'' آپ نے میرے ساتھ سودا طے کر لیا۔ میں نے اپنی تھیلی کھولی اور طے شدہ مدت تک کے لیے معلومہ کھجوروں کے بدلے میں سونے کے اسی (۸۰) مثقال دیئے۔ نبی کریم ﷺ نے وہ مثقال اس شخص کو دے دیئے اور فرمایا:

((أَعْجِلْ عَلَيْهِمْ وَ أَغِثْهُمْ بِهَا))

''یہ رقم جلدی سے انہیں پہنچا دو اور اس کے ذریعے سے ان کی مدد کرو۔''

زید بن سعنہ کہتے ہیں کہ ابھی معینہ مدت کے ختم ہونے میں دو تین دن کی مہلت باقی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کسی انصاری کے جنازے میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ نے نماز جنازہ ادا کر لی اور ایک دیوار کے سہارے بیٹھنے کے لیے اس کے قریب ہوئے تو میں نے ایک دم آپ کا

گریبان پکڑ لیا، غصے سے آپ کی طرف دیکھا اور کہا: ''اے محمد! کیا آپ میرا حق ادا نہیں کریں گے؟ اللہ کی قسم! اے بنو عبدالمطلب! مجھے تو تم لوگ ٹال مٹول کرنے والے معلوم ہوتے ہو۔ مجھے تمھارے لین دین کا پہلے ہی علم تھا۔'' اس موقع پر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے شدید غصے سے مجھے گھورا اور کہا: ''اے اللہ کے دشمن! تم رسول اللہ ﷺ سے یہ کیا بات کہہ رہے ہو جو میں سن رہا ہوں اور ان سے یہ کیا برتاؤ کر رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اگر مجھے اپنے وار کے خطا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تمھارا سر قلم کر دیتا۔''

اس وقت رسول اللہ ﷺ انتہائی اطمینان و سکون سے تشریف فرما تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کی طرف مسکرا کر دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا وَ هُوَ كُنَّا اَحْوَجَ اِلٰى غَيْرِ هٰذَا مِنْكَ يَا عُمَرُ! اَنْ تَاْمُرَنِىْ بِحُسْنِ الْاَدَاءِ وَ تَاْمُرَهُ بِحُسْنِ التَّبَاعَةِ ، اِذْهَبْ بِهِ يَا عُمَرُ! فَاقْضِهِ حَقَّهُ وَ زِدْهُ عِشْرِيْنَ صَاعًا مَكَانَ مَا رُعْتَهُ))

''اے عمر! میں اور یہ شخص، دونوں تمھاری طرف سے اس سے مختلف ردّ عمل کے مستحق تھے یعنی تم مجھے حسنِ ادا کی تلقین کرتے اور اسے طریقۂ طلب کا بہتر انداز اختیار کرنے کا حکم دیتے۔ اے عمر! جاؤ، اسے اس کا حق ادا کرو اور اپنی طرف سے اسے ڈرانے (دھمکانے) کی تلافی کے طور پر بیس صاع زیادہ ادا کرو۔''

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر (رضی اللہ عنہ) مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا۔ مزید برآں انھوں نے مجھے بیس صاع اضافی کھجوریں بھی دیں۔ میں نے پوچھا: ''یہ اضافہ کس لیے ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں نے جو تمھیں ڈرایا دھمکایا ہے، اس کے بدلے میں تمھیں بیس صاع اضافی کھجوریں بھی دوں۔''

میں نے پوچھا: ''اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟'' وہ بولے: ''نہیں، میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟'' میں نے بتایا: ''میں زید بن سعنہ ہوں۔'' انھوں نے پوچھا: ''یہودیوں کا

عالم؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں!'' عمر رضی اللہ عنہ نے جھٹ پوچھا: ''پھر تمھیں کس چیز نے اکسایا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے وہ کہو جو تم نے کہا اور ان کے ساتھ وہ جارحانہ برتاؤ کرو جو تم نے کیا؟'' میں نے کہا: ''اے عمر! جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا تو آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک میں نبوت کی ساری علامتیں پہچان لی تھیں مگر میں ابھی تک دو نشانیوں کا کھوج نہیں لگا سکا تھا، یعنی آپ کا حلم آپ کے غضب سے بڑھا ہوا ہے اور دوسروں کا انتہائی گھٹیا جاہلانہ رویہ آپ کے حلم میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ اب میں نے یہ دونوں نشانیاں بھی خوب اچھی طرح جانچ پرکھ کر دیکھ لی ہیں۔ اے عمر! میں تمھیں گواہ بناتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں،

((قَدْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا))

''میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔''

میں اپنے علاقے میں سب سے زیادہ مال دار ہوں۔ میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا آدھا مال امت محمد کے لیے صدقہ ہے۔'' عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''تمھارا مال سب کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔ اس لیے یہ کہو کہ میرا مال امت کے بعض افراد کے لیے صدقہ ہے۔'' میں نے کہا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر حضرت عمر اور زید بن سعنہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ زید نے وہاں پہنچتے ہی اعلان کیا:

((أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ آپ پر ایمان لے آئے، انھوں نے آپ کی تصدیق اور پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ ❶

---

❶ دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱/۹۱-۹۳۔ سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد نمبر: ۲، ص: ۵۲۹-۵۳۲، دارالسلام ریسرچ سنٹر۔

فصل نمبر ۸:

نبی کریم ﷺ قیامِ امن کے لیے آئے تھے

قیامِ امن کے لیے جو مساعی آج تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے میں آئیں ہیں ان کی بنیاد لازمی طور پر کسی نہ کسی نظریے اور نظام کی مرہونِ منت ہے، نظریہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جسے انسان صحیح اور حق سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے تابع چلاتا ہے، اور نظام سے مراد وہ طریقۂ کار ہے جس کے ذریعے کسی مقصد کو حاصل کیا جا سکے، انہیں دونوں چیزوں کے بگاڑ اور اصلاح پر جملہ اقوام عالم کا بگاڑ اور اصلاح موقوف ہے۔ جس کا نظریہ اور عقیدہ ہی غلط ہو وہ نظامِ کار خواہ کتنا ہی مستحکم اور معقول کیوں نہ رکھتا ہو، وہ کبھی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا، اور جس کا نظریہ اور عقیدہ تو درست ہو، مگر نظامِ کار غلط یا ناہموار ہو تو وہ اس نتیجے کو اس طرح حاصل نہیں کر سکتا جس طرح صحیح عقیدہ اور نظریہ سے اسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ نے عالم انسانیت کو عقیدہ و نظریہ بھی وہ دیا جو عقل و فطرت کی رو سے بالکل صحیح و برحق ہے۔ اور نظام بھی وہ دیا جو ہر شعبہ ہائے زندگی میں نہایت معتدل، آسان، فطری اور کامیاب ہے۔

توحید کا صاف اور واضح عقیدہ:

قیامِ امن کے لیے نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو توحید خالص کا صاف اور واضح عقیدہ دیا جو انقلابی، معجز نما، قوت و زندگی سے لبریز، کایا پلٹ دینے والا اور معبودانِ باطل کا تختہ الٹ دینے والا ایسا عقیدہ ہے کہ نہ انسانیت نے اس سے پہلے کوئی ایسا عقیدہ پایا تھا، اور نہ قیامِ قیامت تک پا سکے گی۔ اس عقیدے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دنیا بلا حاکم و مالک کے یا کئی حاکموں کی مشترکہ ملکیت نہیں، بلکہ اس کا ایک ہی بادشاہ ہے، جو اس کا خالق و مالک، صانع اور حاکم و مدبّر ہے، خلق و امر کا اختیار اسی کو ہے۔

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الأعراف: ٥٤)

''یادرکھو! اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق اور مالک ہونا۔''

اسی طرح یہ کائنات اپنی تخلیق و وجود میں اس اللہ کے ماتحت اور تابع فرمان ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (آل عمران: ٨٣)

''حالانکہ تمام آسمانوں والے، اور زمین والے اللہ ہی کے فرمانبرار ہیں۔''

اس لیے ان تمام مخلوقات کو جو ارادہ و اختیار رکھتی ہیں اس (اللہ) کا فرماں بردار ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ٣)

''خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے۔''

وحدتِ انسانی کا تصوّر:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے دوسرا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ وحدتِ انسانی کا تصوّر قائم کیا۔ اس سے پہلے انسان قبائل و اقوام کے اونچے نیچے طبقات اور دائروں میں بٹا ہوا تھا، اور ان طبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا جتنا انسان و حیوان، آزاد و غلام اور عابد و معبود کا فرق ہو سکتا ہے، نیز آپ ﷺ سے پہلے وحدت و مساوات انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیرے میں یہ انقلابی، قلوب و اذہان کو جھنجوڑ دینے والا، اور حالات کے رخ موڑ دینے والا اعلان فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ، وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلَىٰ أَعْجَمِيٍّ فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوَىٰ .)) [1]

[1] مسند احمد، ٥/ ٤١١ رقم: ٢٣٤٨٩۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

"اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، تم سب آدم کے (بیٹے) ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضلیت نہیں، مگر تقوی ہی کے سبب سے۔"

یہ فرمان دو اعلانوں پر مشتمل ہے جو اَمن وسلامتی کے قیام کے لیے دو ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں (وحدۃ الرّب، وحدۃ الأب) جن پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اَمن واماں کی عمارت قائم ہوئی۔ اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کا دو رشتوں سے بھائی ہوتا ہے ایک رشتہ جو بنیادی ہے وہ یہ کہ دونوں کا رب ایک ہے۔ دوسرا رشتہ وہ یہ کہ دونوں کے باپ (مورثِ اعلیٰ) ایک ہی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام میں کوئی نسل کسی نسل پر اور کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر فوقیت نہیں رکھتا، اصل معیارِ فضلیت تقوی ہے۔ [1]

جو فرد کے شوق وطلب، محنت ولیاقت اور جہاد واجتہاد میں تفوّق کا باعث بنتا ہے۔

انسان کی شرافت وعظمت کا اعلان:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ اَمن کے لیے تیسرا کام یہ کیا کہ انسان کی شرافت وعظمت اور اس کے علوِّ منزلت کا اعلان کیا، تاکہ فتنہ وفساد میں اس کا خون ارزاں قیمت پر نہ بہے۔ آپ ﷺ سے پہلے انسان ذلت ونکبت کی پستی میں گر چکا تھا اور روئے زمین پر اس سے زیادہ ذلیل وحقیر کوئی چیز نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو اس کی شرافت وعظمت واپس کی اور اس کا کھویا ہوا وقار واعتبار بحال کیا، اور یہ اعلان کیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے قیمتی وجود اور گرانقدر جوہر ہے اور پوری دنیا میں اس سے زیادہ باعظمت اور محبت وحفاظت کی مستحق اور کوئی شئے نہیں۔ آپ ﷺ نے انسان کا درجہ اتنا بلند بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب وخلیفہ قرار پایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ (البقرۃ: ۲۹)

[1] تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از سید ابوالحسن علی ندوی، ص: ۳۱،۴۹۔

''وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔''

جس کے لیے اس نے دنیا پیدا کی چنانچہ قرآنِ کریم نے انسان کو ''اشرف المخلوقات'' اور ''صدرِ کائنات'' بتایا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠﴾ (بنی اسرائیل : ۷۰)

''یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی، اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں، اور انہیں بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔''

جب کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک ایک فرد کی مرضی پر ہزاروں انسانوں کی زندگیاں موقوف رہتی تھیں، کوئی بادشاہ اُٹھتا اور ملکوں کے ملک، قوموں کی قومیں، کھیتوں کے کھیت اور آبادیوں کی آبادیاں پامال کرتا چلا جاتا، اور راج ہٹ یا سیاسی تفوق کی خاطر خشک وتر کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ آپ ﷺ نے آدم زادوں (انسانوں) پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی شرط ٹھہرایا ہے۔ [1]

فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: ''عقیدۂ توحید صرف آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی ہی ضمانت نہیں، بلکہ دنیا کی فلاح، سعادت، سیادت، غلبہ وحکمرانی اور استحکامِ معیشت کا علمبردار ہے۔ فلاح کا یہ پروگرام [illegible] ﷺ نے کوہِ صفا پر دی گئی اپنی پہلی دعوت جو صرف عقیدۂ توحید کے [illegible] پیش فرما دیا تھا۔ ((قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا)) اس کے [illegible] سورۂ قریش وغیرہ کا مضمون بھی اسی حقیقت پر شاہد عدل ہے۔

الغرض عقیدۂ توحید دونوں جہانوں کی سعادتوں کا سرچشمہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنوں کی بھلائی، بہتری اور خیر خواہی کا فیصلہ فرماتے ہوئے، توحید کو ان کا

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۹۴۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

مقصدِ تخلیق قرار دیا، اور صحیح بخاری کی ایک حدیث میں توحید کو ((حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ)) ''اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق'' قرار دیا گیا ہے۔❶

عورت کی حیثیت عُرفی کی بحالی:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ اَمن کے لیے معاشرے کے ایک اہم جزء ''عورت'' کی حیثیت عرفی کی بحالی فرمائی، اور اجر وثواب کے معاملہ میں مساوات مرد وزن کا تصور اجاگر کیا. جس سے وہ تمام تر فساد ختم ہو گئے جو عورت کے حوالہ سے مختلف قوموں، ملکوں، اور طبقات میں برپا تھے، آپ ﷺ نے عالم انسانیت کو ایسی تعلیمات عطا فرمائیں، جنھوں نے عورت کے وقار واعتبار کی بحالی اور انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطۂ نظر اور اسلامی زاویۂ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔❷

آپ ﷺ نے عورتوں کو ملکیت ومیراث، خرید وفروخت، شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے (خُلع) (اگر ضروری ہو) منگنی ختم کرنے (اگر وہ اس سے راضی نہ ہو) نیز عیدین، نمازِ جمعہ میں باجماعت میں شریک ہونے کا پورا پورا حق عطا کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ متعدد حقوق بھی عطا کیے۔ یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہیں۔ اور جدید اصطلاح میں انہیں احساس کمتری سے دور رکھتی ہیں۔

حافظ حامد محمود الخضری رقم طراز ہیں:

''جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مندرجہ ذیل ارشاد میں پیکر عفت عورت کو کتنی اہمیت دی ہے:

((اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.))❸

❶ توحيد إله العالمين، مقدمة: ١/٣١، ٣٢.

❷ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: المرأة في القرآن للاستاذ عباس محمود العقاد، ص: ٥١-٥٧.

❸ صحيح مسلم، كتاب الرضاع، برقم: ٣٦٤٩.

''کہ دنیا ساری کی ساری فائدہ ہے، اور اس میں سب سے نفع بخش چیز نیک بیوی ہے۔''

ذرا غور فرمایئے گا! کہ نیک عورت کا کتنا بلند مقام ہے، بھلا کون شخص بدنصیب بننا پسند کرے گا؟ لیکن شیطان کا انتہائی خطرناک حملہ بھی عورت ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ .))[1]

''میں نے اپنے پیچھے مردوں کے لیے سب سے خطرناک آزمائش کی چیز عورتوں کو چھوڑا ہے۔''

یہ حدیث بھی درحقیقت عورتوں کا عالی مرتبہ بیان کرتی ہے، کیونکہ اگر کسی ذی شعور کو پرکھا جائے تو کسی عمدہ چیز کا لالچ دے کر ہی پرکھا جاتا ہے کہ یہ اس لالچ میں آتا ہے یا نہیں؟ اور جب عورت ایسی چیز ہے کہ اس کے لالچ میں سب سے زیادہ مرد پھنسیں گے تو گویا یہ عمدہ چیز ہونے کے ساتھ ساتھ نازک ترین بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ! رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيْرِ .))[2]

''انجشہ! تم پر افسوس ہے (اونٹوں کو) آہستہ چلاؤ، آبگینوں (عورتوں) کا خیال کرو۔''

جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو کانچ کی بنی ہوئی چیز سے تشبیہ دی ہے، جس طرح کانچ تھوڑی سی چوٹ سے بھی ٹوٹ سکتا ہے اور اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح عورت صنفِ نازک ہے، اور اس کا خیال بطور خاص رکھا جائے، یہ اور اسی طرح کی دوسری احادیث ہمیں تعلیم دیتی ہیں کہ عورت مرد کی نسبت کمزور اور قابل رحمت وشفقت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ٥٠٩٦.

[2] صحیح بخاری، کتاب الادب، رقم: ٦١٤٩.

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهِ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي .))❶

''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال سے اچھا برتاؤ کرتا ہے اور میں اپنے اہل وعیال سے تم سب میں سے بہترین ہوں۔''

کوئی شخص کتنا بھی نیک ہو جب تک اپنے گھر والوں سے جن میں بیوی سرفہرست ہے مرد کا سلوک اچھا نہیں، یہ حدیث اسے بہتر مسلمان قرار نہیں دیتی۔

آپ ﷺ نے عورت کی پیدائشی کمزوری کے پیش نظر اس کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو نظر انداز کرنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا ، فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ ، وَإِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا .))❷

''عورتوں کو بھلائی کی وصیت کرتے رہو، کیونکہ یہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اوپر والی ہے، تم اگر اس کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کرنا شروع ہوجاؤ گے تو اسے توڑ بیٹھو گے، اور اگر یہ کوشش ترک کردو گے تو بدستور ٹیڑھی رہے گی، بس تم عورتوں کو بھلائی کی وصیت کرتے رہا کرو۔''

لیکن پسلی سے پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے نیکی اور بھلے کاموں کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی؟ نہیں ایسے ہرگز نہیں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ .))❸

''کوئی مومن مرد، مومنہ عورت سے ناراض نہ ہو، اگر عورت کی ایک عادت

❶ سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، رقم: ٢٠٠٨، البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

❷ صحيح بخاری، كتاب النكاح، رقم: ٥١٨٦.

❸ صحيح مسلم، كتاب الرضاع، رقم: ٣٦٤٥.

ناپسندیدہ ہے تو دوسری پسندیدہ ہے۔"

حدیث پاک کا مطلب ہے کہ مومن مرد کو اپنی مومنہ بیگم کی ان عادتوں سے جو اسے پسند نہیں صرف نظر کرنا چاہیے کہ انسان ہے، پھر مرد سے کمزور بھی، اور اس کی اچھی عادات کی قدر کرکے بیگم سے عمدہ اخلاق سے پیش آنا چاہیے۔

قارئین کرام! آپ نے احادیث کے حوالہ سے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیتا ہے یعنی مرد شوہر ہونے کے ناطے سے اپنی بیگم سے انسانیت سوز سلوک قطعاً نہیں کرسکتا۔ مزید برآں اسلام کہتا ہے کہ؛

عورت انسان ہے:

اسلام عورت کو مکمل انسان قرار دیتا ہے، اس نے جہاں بھی ﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ﴾ یا ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ کہہ کر خطاب کیا، وہاں مرد اور عورت دونوں مراد لیے جاتے ہیں، پیدائش کے اعتبار سے بھی مرد اور عورت برابر ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے؛" اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔" (النساء : ۱)

ذمہ داری کے اعتبار سے بھی مرد و زن یکساں ہیں۔ قرآنِ کریم کے نزدیک شیطان نے ان دونوں کو بہکایا، دونوں کو شجر ممنوعہ کا پھل کھلایا، پھر دونوں نے اللہ کے حضور توبہ کی۔ عمل کے بدلے میں بھی مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ قرآنِ حکیم بتاتا ہے کہ جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت وہ بدلے سے محروم نہ رہے گا۔

﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (المؤمن : ٤٠)

" جو شخص برا عمل کرے گا، اُسی جیسا بدلہ دیا جائے گا، اور جو اچھا عمل کرے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ مومن ہوگا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، جہاں اُنھیں بے حساب روزی ملتی رہے گی۔"

اسی طرح پابندی قانون میں بھی مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ معاشرے کی

اصلاح کی ذمہ داری میں بھی دونوں یکساں شریک ہیں۔

مرد وعورت میں اشتراک کے مندرجہ بالا تمام پہلو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام میں عورت ایک مکمل شخصیت کی مالک ہے، عورت ایک انسان ہے۔

حق ملکیت وتصرف:

ملکیت کے حق میں بھی مرد وعورت دونوں برابر کے شریک ہیں، اور اسی طرح اس کے تصرف میں بھی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾ (النساء: ٣٢)

''مردوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے، اور عورتوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے۔''

یاد رہے کہ آمدنی کے لیے جدوجہد کرنے اور کوئی پیشہ اختیار کرنے کا حق جس طرح مرد کو ہے، اسی طرح عورت کو بھی حاصل ہے، مثلاً گھر میں بیٹھ کر سلائی کرنا، اور ڈاکٹرز کا بیمار اور زخمی عورتوں کا علاج کرنا، گرلز کالجز و یونیورسٹیوں میں پڑھانا وغیرہ وغیرہ۔

حق وراثت:

اسلام نے عورت کو ورثے میں حق دار ٹھہرایا ہے۔ بیٹی ہونے کی حیثیت سے وہ بھائیوں کی شریک ہے، ماں کی حیثیت سے وہ باپ کے ساتھ شریک ہے، اور شوہر کی وراثت میں بھی بیوی کا حصہ مقرر ہے، یہ حصے قرآنِ حکیم نے مقرر کیے ہیں۔ (دیکھیے: النساء: الآیة: ١١، ١٢)

ان کا عورت سے چھیننا حدودِ الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ حدود اللہ کی خلاف ورزی کرنے والے کو اللہ نے وعید شدید سے بایں الفاظ ڈرایا ہے۔

﴿وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (النساء: ١٤)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی (مقرر کردہ) حدوں کو تجاوز کرے گا، اُسے اللہ آگ میں داخل کرے گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔''

وراثت میں عورت کے حقوق کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ باپ کی وراثت کی تقسیم کے لیے لڑکی کے حصے کو بنیادی اکائی کا درجہ حاصل ہے، مگر ہمارے معاشرے میں عورت وراثت سے محروم ہے۔ عورت مالک نہیں بلکہ مُلک سمجھی جاتی ہے۔ اسے مالک بننے سے محروم کرنا ہمارے معاشرے کا ایک ظلم ہے۔

معاشرتی قدر و منزلت اور وقار:

معاشرتی قدر و منزلت اور عزت و وقار میں بھی عورت و مرد یکساں ہیں، کلام پاک میں تحفظ ناموس مرد و زن کے سلسلے میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾﴾ (الحجرات: ۱۱)

''اے ایمان والو! ایک جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑائے، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ جن کا مذاق اڑایا جارہا ہے مذاق اڑانے والیوں سے بہتر ہوں، اور تم اپنے مسلمان بھائیوں پر طعنہ زنی نہ کرو، اور ایک دوسرے کو برے القاب نہ دو، ایمان لانے کے بعد مسلمان کو برا نام دینا بڑی بری شے ہے، اور جو ایسی بدزبانی و بداخلاقی سے تائب نہیں ہوں گے، تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

اور پھر عورت کی عزت کا تحفظ اسلامی معاشرے پر بطورِ خاص لازم ہے۔

نبی ﷺ نے جو معاشرہ قائم فرمایا تھا، اس کی ایک خصوصیت یہ بیان فرمائی تھی:

''کہ ہودج میں ایک عورت اکیلی حیرہ سے سفر کرے گی اور (مکہ پہنچ کر) کعبہ کا طواف کرے گی، اور اللہ کے سوا کسی کا بھی خوف نہ ہوگا۔'' [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۹۵.

لیکن ہمارے معاشرے میں اس معیار کی جلوہ نمائی دیکھنا چاہیں تو سوائے مایوسی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

حق مہر:

مہر وہ معاوضہ ہے جو عورت اپنی آزادی کے عوض نقد یا جنس کی صورت میں مرد سے وصول کرتی ہے، یہ مال خالصتاً عورت کا حق ہے، وہ اس مال میں تصرف کی مختار ہے، کسی کو اس کے اس حق میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں، مہر عورت کا ایسا حق ہے جو اس میں خود اعتمادی اور عزت نفس پیدا کرتا ہے، اس کی مقدار کا تعین مرد کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے جو وہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ تب جا کر وہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ مالی بوجھ کے بدلے عورت کا بحیثیت بیوی حصول مرد پر یہ بات واضح کرتا ہے کہ عورت نہایت قیمتی متاع ہے، وہ قابل قدر ہستی ہے۔ اس کی حفاظت، اس کا احترام، اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی اسے حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرح مشکل سے حاصل ہونے والی اپنی بیوی کی وہ قدر بھی کرے گا اور اس کا ہر لحاظ سے خیال بھی رکھے گا، وہ اپنی بیوی کے لیے حق طلاق استعمال کرتے ہوئے سوچے کہ وہ اس کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے بعد دوسری بیوی حاصل بھی کر پائے گا یا نہیں؟

شوہر کے انتخاب کا اختیار اور حق خلع:

ایجاب وقبول مرد وزن کے درمیان ایک معاہدہ ہے جس میں ولی کی رضا مندی شرط ہے، لیکن ولی کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ وہ عورت کو اس کی مرضی کے خلاف جس کے ساتھ چاہے رشتہ ازدواج میں باندھ دے، صرف باپ کو اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کرنے کی اجازت ہے، تاہم اگر لڑکی کو وہ نکاح ناپسند ہو تو وہ اس نکاح کو منسوخ کرا سکتی ہے۔ جیسا کہ عہد نبوی ﷺ میں ہوا ہے۔

حجاب:

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، اسلام کے نزدیک عورت ایک مکمل انسان ہے کہ وہ نوع کے

اعتبار سے برابر مگر جنس کے اعتبار سے مختلف ہے۔ حجاب عورت کا حق بھی ہے اور فرض بھی۔ حق اس طرح کہ کسی معاشرے یا فرد کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ عورت کو بے حجاب ہونے پر مجبور کرے، اور فرض اس طرح کہ عورت اپنے جسم کی نمائش نہ کرتی پھرے۔ اپنی حفاظت کرنا اور اپنے آپ کو حجاب میں رکھنا عورت کے لیے باعث عزت وشرف ہے، پردہ شرافت کی علامت ہے۔

ہمارے معاشرے میں پردے کی عملی شکل موجود ہے، عام طور پر خواتین احکام حجاب کا خیال رکھتی ہیں اور پابندی کی کوشش کرتی ہیں۔ ایک قلیل سا طبقہ ہے جس کی عورتیں بے حجابانہ گھومتی ہیں یا پھر شوبز سے تعلق رکھنے والی اداکارائیں اسلامی حجاب کی سخت خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ہیں جو معاشرے میں اخلاقی بے راہ روی پیدا کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔''

(مقدمہ، پانچ سو نصیحتیں)

قارئین! یہ اس مقامِ بلند کی چند جھلکیاں ہیں جو اسلام نے عورت کو دیا ہے۔ انہی تعلیمات کے نتیجے میں نبی کریم ﷺ کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتینِ اسلام میں معلّمات، مربیات، مجاہدات، ادیب ومصنف، حافظاتِ قرآن، احادیث کی راویات اور عابدات وزاہدات کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جو معیاری اور مثالی معاشرہ قائم کرنے اور قائم رکھنے میں اہم کردار کی حامل ہیں۔ جب کہ اسلام سے پہلے عورت کی یہ حیثیتِ عرفی کسی بھی نظریے، مذہب اور نظام میں نہیں پائی جاتی۔

دین ودنیا کا اجتماع:

قیامِ امن کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ انسانی زندگی میں دین ودنیا کا اجتماع پیدا کیا، دین جب کہ قدیم مذاہب اور خاص طور پر مسیحیت نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جس میں ایک دین کے لیے اور دوسرا دنیا کے لیے مخصوص تھا، اسی طرح اس کرّۂ ارضی کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ دینی لوگوں کا تھا، اور دوسرا دنیاداروں کا تھا۔ اور یہ دونوں حصے صرف الگ ہی نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل تھی، دونوں کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی تھی، اور دونوں میں

پنجہ آزمائی اور رسہ کشی جاری تھی کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق انسان دو کشتیوں میں بیک وقت سوار نہیں ہوسکتا ہے، اور معاشی آسودگی اور خوشحالی دارِ آخرت اور خالقِ کائنات سے غفلت برتے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی، اس طرح حکومت وسلطنت کو دینی واخلاقی تعلیمات اوراللہ کے خوف سے الگ رکھ کر ہی باقی رکھا جاسکتا ہے۔ اور دوسری طرف مذہبی زندگی رہبانیت اور دنیا ومافیہا سے قطع تعلق کیے بغیر نہیں گذاری جاسکتی۔ پھر اس صورتِ حال کو مسیحی انتہا پسندوں نے اور ابتر کردیا جو فطری بشریت کو روحانی تزکیہ اور قربِ الٰہی کی راہ میں اسے بڑی آڑ اور رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اور جنھوں نے اسے گمراہ کرنے اور سخت ترین احکام وظالمانہ تعلیمات کے ذریعہ اسے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے دین کو ایسی وحشت ناک اور نفرت انگیز شکل میں پیش کیا تھا کہ جس سے اس کے ماننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں آخر کار دین کا حلقۂ اثر بُری طرح سمٹنے لگا۔ اور نفسانیت اور خواہش پرستی (اپنے وسیع معنوں میں) اپنے عروج پر پہنچ گئی، اور دنیا دو متضاد پہلوؤں کے درمیان ڈولنے لگی پھر (دینی احساس کی کمزوری کے سبب) لادینیت اور عمومی اخلاقی انتشار کے عمیق گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

نبی کریم ﷺ نے دین ودنیا کے مابین اس وسیع خلیج کو پاٹ دیا اور ان دونوں متحارب جماعتوں کو (جو ایک زمانہ سے ایک دوسرے سے برسر پیکار، اور کھلی دشمنی، اور مسلسل نفرت کا شکار تھیں)، صلح وصفائی اور محبت کے ساتھ آپس میں ملا دیا، اور اَمن واتحاد کے ساتھ جینا سکھایا۔ اپنے اس کارنامے کی روشنی میں نبی کریم ﷺ ''رسول وحدت'' اور بیک وقت ''بشیر ونذیر'' نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نوع انسانی کو دو جنگ آزما محاذوں سے اٹھا کر ایمان واحتساب، انسان نوازی اور اللہ کی رضا جوئی کے محاذ پر لگا دیا۔ اور ہمیں یہ جامع اور وسیع المعنی دعا سکھادی۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

(البقرۃ: ۲۰۱)

"ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما، اور آخرت میں بھی نعمت بخش، اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

اس طرح نبی کریم ﷺ نے دین ودنیا کی علیحدگی کے نظریہ کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت اور ساری روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا، اور انسان کو متحارب ومتصادم چھاونیوں سے نکال کر ایک متحد محاذ پر لا کھڑا کیا، جہاں کے بادشاہ آپ کو فقیروں کی گڈری میں، عابد وزاہد اور ملوک وامراء کی پوشاک میں نظر آئیں گے، جو حلم وبرداشت کے پہاڑ، علم وحکمت کے سرچشمے، رات کے عبادت گذار اور دن کے شہسوار ہوں گے اور ان کی شخصیت میں کوئی تضاد اور بے اعتدالی نظر نہ آئے گی۔ [1]

حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ:

نبی کریم ﷺ نے امن کے قیام کے لیے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ حدود و تعزیرات کا نفاذ فرمایا جو کہ انسان کی اجتماعی زندگی کو پورے اَمن وعافیت اور سکون وقرار کے ساتھ بسر کرنے کا ایک انتہائی اہم وسیلہ ہے، ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں، بدچلنی روکی جائے اور معاشرے میں بدنظمی و بے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے، یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سزا سخت رکھی گئی جن کا بُرا اثر نہ صرف اصل مجرم ہی تک محدود رہتا ہو، بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضا متاثر ہوتی ہو، اور دوسرے بے شمار انسانوں میں دیکھا دیکھی معصیت کے رجحانات اور جذبات پیدا ہوتے ہوں، حتی کہ رفتہ رفتہ اس کثرت سے یہ جرائم ہونے لگیں کہ ان کی اصلاح اور روک تھام دشوار ہو جائے۔ پس اس وقت تک کوئی نظام اَمن واَمان کا نظام نہیں کہلا سکتا جب تک اس طرح کے جرائم کے سدِّباب کے لیے معمولی سزاؤں اور محض ترغیب وترہیب پر اکتفا کیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے عین مصلحت اندیشی اور حکمت عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے، جو نظامِ اَمن کے لیے کسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو، تو اسے ایسی سخت

[1] تہذیب وتمدن پر اسلام کے احسانات واثرات، ص: ۸۷،۱۰۰۔

اور عبرتناک سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ اس کے دوبارہ کرنے سے باز آ جائے، بلکہ وہ تمام لوگ بھی جو اس جرم کی طرف کوئی طبعی میلان رکھتے ہوں لرز جائیں، اور ارتکابِ جرم کی ہمت و جرأت نہ کر سکیں۔ اسلامی حدود و تعزیرات میں اسی اصل الاصول کو پیش نظر رکھ کر بعض جرائم کے لیے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تاکہ اس بات کی پوری وضاحت ہو جائے کہ ان !خطرناک جرائم کی سزائیں کسی ظالمانہ اُصول پر مبنی نہیں، بلکہ انتہائی عادلانہ حکمت اور مصالح اَمن کے عین مطابق ہیں۔

زنا:

جب انسان اپنی حیوانیت سے مغلوب ہو کر اس ممنوع فعل کی طرف اقدام کرتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صنف نازک کا ایک ہی فرد بہت سے انسانوں کی خواہش نفس کا مرکز بن جاتا ہے، اور ہر شخص اس سے اپنی آتشِ نفس بجھانے کا متمنی ہوتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ انساب میں اشتباہ، ہتک عزت، حقوق کی پامالی اور کبھی کبھی خوں ریزی اور باہمی جنگ و پیکار بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اجماعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ اَمن پر حملہ آور ہو کر تہذیب و معاشرت کی متاع کو تاراج کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے سزا بھی سخت رکھی ہے کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے 100 کوڑے لگائے جائیں۔

قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانا، صرف اسی کے لیے رسوائی اور اذیت کا باعث نہیں ہوتا، بلکہ اس سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ و جدل کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بنا پر ناخوش گوار ہو جاتے ہیں اور اَمن و اَمان کی صورتِ حال تہہ و بالا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے مرتکب کو شریعت اسلامیہ نے کوڑے لگانے کا

حکم صادر فرمایا ہے۔

چوری:

انسان جب کسب معیشت کا کوئی صحیح ذریعہ نہ پا کر اور کفاف زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ دیکھ کر چوری کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے، بلکہ بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے بھی ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے سزا بھی سخت ترین تجویز کی ہے کہ ایسے جرم کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہزنی وقزاقی:

تمدنی زندگی پر حملہ کرنے والے جرائم میں قزاقی ایک بڑا جرم اور بدترین معصیت ہے۔ ڈاکوؤں کی اچانک اور ظالمانہ حرکتوں سے اَمن عامہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا، اور ان کی حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر ومجبور محض ہوتا ہے۔ لہٰذا اس جرم کے مرتکبین کے لیے شریعت اسلامیہ نے جلاوطنی وقتل کی سزا رکھی ہے۔

شراب نوشی:

عقل انسان کا ایک مابہ الامتیاز جوہر ہے جو اُخروی فوز وفلاح اور دنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے، اسی کی بدولت وہ خیر وشر اور صحیح وغلط میں فرق وتمیز کرتا ہے، جبکہ شراب نوشی انسانیت کے اس امتیازی جوہر کو معطل وبے کار اور تعقل وتفکر سے محروم کر دیتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالمِ بدمستی و مدہوشی میں وہ وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ وعار اور اَمن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شریعت اسلامیہ نے کوڑے کی سزا متعین کی ہے۔

جرائم کی مذکورہ بالا مثالیں ان بدترین جرائم میں سے چند ہیں، جن کے مہلک جراثیم نظامِ اَمن واَمان کو تباہ وبرباد کر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''دین اَمن'' اور پیغمبرِ اَمن ﷺ نے ان جرائم کی سزا مقرر کرتے وقت صرف زجر وتوبیخ پر اکتفا نہ کیا، بلکہ ہر جرم

کی تباہ کاریوں کی نوعیت کو ملحوظ رکھ کر سزائیں متعین کیں، چنانچہ جو جرم نظامِ اَمن کی بربادی کے لیے جس قدر زیادہ تباہ کن تھا اس کی سزا بھی اُسی قدر سخت وعبرتناک مقرر کی گئی۔ اور پھر نبی کریم ﷺ کا حکیمانہ اُسلوب و انداز یہ ہے کہ برائی اور جرم کے خاتمہ کے لیے اس کے اسباب وعوامل کو بھی ختم کر دینے کا حکم دیا ہے۔ زنا اور بدکاری سے ہی منع نہیں فرمایا بلکہ غیرمحرم کو دیکھنے، تنہائی میں اس کے ساتھ بیٹھنے، سفر کرنے، نرم لہجے میں بات کرنے، بناؤ سنگار اور زیب و زینت اختیار کر کے باہر جانے اور مٹک مٹک کر چلنے سے بھی منع فرمایا۔ شراب نوشی سے منع فرمایا تو اوائل میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا، جن میں یہ تیار کی جاتی تھی۔ قتل ناحق سے ہی نہیں روکا، بلکہ قتل پر اعانت، اشارۂ قتل، سرعام ننگی تلواروں اور اسلحہ کی نمائش سے بھی سختی سے ممانعت فرمائی۔ اختلاف و انتشار اور قطع تعلقی و لڑائی جھگڑے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ گالی گلوچ، طعن و ملامت، تنابز بالالقاب، بغض و حسد اور عناد وغیض وغضب سے بھی روک دیا جو عموماً لڑائی جھگڑے اور اختلاف و قطع تعلقی کا سبب بنتے ہیں۔ تاکہ، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

قیام امن یا داخلی حکمت عملی:

افضل الرحمٰن رقم طراز ہیں:

سرورِ عالم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں امن نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر تلواریں نیاموں سے باہر نکل آتی تھیں اور ہر طرف عداوت و کینہ اور فتنہ و فساد کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ نہ راستے محفوظ تھے اور نہ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ تھی۔ حضور ﷺ اپنے ساتھ خون اور قرابت کے رشتے سے کہیں مضبوط دین کا ایسا رشتہ لائے جس سے اتحاد و یگانگت کے انوار کی بارش ہونے لگی۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو مرکز بنا کر اسلامی ریاست کی تاسیس فرمائی تو چند سال کے اندر اندر سارے عرب میں امن کی ایسی فضاء قائم ہو گئی کہ ایک ہودج نشین عورت بھی تن تنہا کسی خوف وخطر کے بغیر سینکڑوں میل کا سفر طے کر سکتی تھی۔ داخلی حکمتِ عملی میں جہاں آپ ﷺ نے حدود اللہ کو سختی

سے نافذ فرمایا وہاں اپنے موعظۂ حسنہ سے مسلمانوں کو اتحاد و اُخوت کی نہایت مستحکم لڑی میں پرو دیا۔ ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا اور ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی اور اس کی عزت وآبرو کا محافظ بنایا۔

مشرکین مکہ نے نہ صرف دعوتِ حق کی زبردست مخالفت کی تھی بلکہ اہلِ حق کو وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انہوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ بار بار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہی سبب تھا کہ حضور ﷺ نے انہیں ایک دشمن اور معاند قوم کی حیثیت دی اور ان سے قتال روا رکھا لیکن ۶ ھ میں جب انہوں نے مسلمانوں سے صلح پر آمادگی ظاہر کی تو آپ ﷺ نے بھی اس سے انکار نہیں فرمایا اور یوں صلح نامہ حدیبیہ معرض وجود میں آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مشرکین نے صلح نامہ کی پابندی نہ کی اور حضور ﷺ کو انہیں مطیع کرنے کے لیے طاقت استعمال کرنی پڑی؛ تاہم جب وہ مغلوب ہو گئے تو حضور ﷺ نے سب کو معاف فرما دیا اور ان سے ایسا حسن سلوک کیا کہ تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اسی طرح حضور ﷺ نے غیر مسلموں (یہود ونصاریٰ) سے امن وصلح اور باہمی تعاون کے معاہدے کیے۔ ساتھ ہی متعدد قبائل سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ غرض آپ ﷺ کی داخلی حکمت عملی سراسر امن وصلح پر مبنی تھی۔ اس کا مقصد طاقت کے بل پر لوگوں پر غلبہ یا آس پاس کے علاقوں پر قبضہ جمانا نہ تھا بلکہ ایک پرامن معاشرہ قائم کرنا تھا جس کے تمام افراد ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کرنے کے پابند ہوں۔

خارجہ حکمتِ عملی:

حضور ﷺ نے جو خارجہ حکمت عملی اختیار فرمائی وہ بے مثال تدبر وفراست اور آئین جہانبانی کی آئینہ دار تھی۔ اس کا احاطہ کرنا ایک مختصر مضمون میں ممکن نہیں ہم یہاں صرف اس کے چند نمایاں پہلوؤں کا ذکر کریں گے:

۱۔ آپ ﷺ نے عرب کی سرحدوں کو بیرونی خطرات سے محفوظ کر دیا۔

۲۔ یمن، عمان اور بحرین کو مجوسی ایران کے پنجے سے نجات دلائی۔

۳۔ شام سے متصل عرب علاقوں (دومۃ الجندل، ایلہ، جربا، اذرح وغیرہ) سے رومیوں کے اثر ورسوخ اور غلبے کا خاتمہ کر دیا۔

۴۔ پڑوسی ممالک کے فرمانرواؤں کو خطوط بھیج کر اسلام کی دعوت دی۔

۵۔ بیرونی دشمن کو اپنے ملک میں گھسنے کا موقع دینے کے بجائے آگے بڑھ کر سرحد پر اس کا مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ تبوک کا پرصعوبت سفر اسی مقصد کے لیے تھا۔

۶۔ سفیروں اور قاصدوں کی جان کے تحفظ کو اپنی حکومت کا اصول قرار دیا۔ اگر کسی دوسرے حکمران نے اس اصول کی خلاف ورزی کی تو اس کے خلاف جہاد کیا۔ حضور ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو بلقاء کے حاکم نے شہید کر ڈالا تو آپ ﷺ نے ان کا انتقام لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا۔ غزوۂ موتہ اسی سلسلے میں پیش آیا۔ ❶

نئی تبدیلی...... بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط:

حافظ افروغ حسن رقم طراز ہیں: ''رحمۃ للعالمین ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد یکم محرم ۷ ہجری کو صبح کی مجلس میں اپنے وفا شعار ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام روئے زمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس رحمت کو دنیا والوں میں بانٹو۔ اٹھو اور ساری دنیا کو حق کی دعوت دو۔''

اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے پڑوسی ممالک کے فرمانرواؤں اور رئیسوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھوائے اور انہیں پہنچانے کے لیے ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا جو اپنی ایمانی قوت، کردار کی پختگی، عزم وحوصلہ کی بلندی اور اپنے فہم وشعور کی بدولت اس اہم کام کے لیے نہایت موزوں تھے۔

گو ان دعوتی خطوط کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد سے شروع ہو کر غزوۂ تبوک ۹ ہجری تک

❶ اردو ڈائجسٹ رحمۃ للعالمین نمبر: ۲/۲۰۱-۲۰۲۔

جاری رہا اور ایسے مکاتیبِ نبوی کی تعداد بعض محققین کے نزدیک اڑھائی سو تک جا پہنچتی ہے لیکن ہم اس مضمون میں صرف اُن پانچ مکاتیب پر روشنی ڈالیں گے جو اس مہم کے پہلے ہی روز یعنی یکم محرم ۷ ہجری کو لکھے گئے اور اسی دن یہ سفارتی مہمیں روانہ کر دی گئیں۔

مختلف اقوام اور ممالک کو اسلام کی دعوتِ امن و سلامتی پہنچانے اور مختلف علاقوں میں دینِ حق کی حقانیت کو عام کرنے میں تاریخی طور پر ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ جن ملکوں اور قوموں کے سربراہوں ارفرمانرواؤں کو یہ خطوط بھیجے گئے چند ہی برسوں میں وہاں اللہ کے آخری نبی ﷺ کا لایا ہوا حیات بخش نظامِ زندگی پوری طرح غالب ہو کر رہا۔ اس طرح ان مقدس اور بابرکت خطوط نے اس لشکر کے ہراول دستے کی حیثیت اختیار کر لی جس نے کفر و باطل، ظلم و جور اور انسانیت کش قوتوں کے غرور کو پاش پاش کر کے امن و عافیت، عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کا علم بلند کیا۔

ان دعوتی خطوط کو لکھنے اور بھیجنے کے لیے وقت کا انتخاب، ان کی عبارت میں اختصار، ایجاز، مکتوب الیہم کے ذہنی، نفسیاتی اور معاشرتی حالات کا لحاظ اور موزوں ترین سفیروں کا چناؤ ایسی باتیں ہیں جنہوں نے ان خطوں میں زبردست انقلاب آفریں قوت تاثیر پیدا کی اور یہ سب باتیں رحمۃ للعالمین ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں اور مدبرانہ قابلیتوں کا معجزانہ شاہکار ہیں۔ ان مکاتیب کا ہر لفظ اور ہر فقرہ حضور اکرم ﷺ کی اس غیر متزلزل خود اعتمادی کا شاہکار ہے جس سے صرف ایک ایسے داعی کا دل اور ذہن ہی لبریز ہو سکتا ہے جسے یہ پختہ یقین ہو کہ وہ اس کائنات کے شہنشاہ کا اس روئے زمین پر نمائندہ اور رسول اور اس کی مدد اور نصرت اس کے شاملِ حال ہے نیز اس بات پر اس کا ایمان ہو کہ خدا کا دین اس خطۂ زمین پر مغلوب ہونے کے لیے نہیں بلکہ غالب ہو کر رہنے کے لیے آیا ہے۔

اب ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ان حکمتوں کا ذکر کریں گے جن کی وجہ سے ان دعوتی خطوط کی اثر آفرینی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا، جن کی بدولت ان کے حیرت انگیز نتائج مرتب ہوئے۔

موزوں وقت کا انتخاب:

صلح حدیبیہ ایک ایسا بابرکت اور تاریخ ساز موقع ہے جس نے حالات کے دھارے کو بدل کر رکھ دیا۔ اسی موقع پر قریش مکہ نے پہلی مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینے میں قائم شدہ نئی اسلامی مملکت کا سربراہ تسلیم کرتے ہوئے آپ ﷺ سے امن کا معاہدہ کیا۔

گویا اس معاہدے کے بعد صرف قریش ہی نے نہیں بلکہ ملک کے تمام قبائل نے مدینے کی ریاست کی سیاسی حیثیت کو مان لیا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف اطراف سے قبائل کے وفود جوق در جوق نئی ریاست کے دارالخلافے پہنچ کر سربراہ مملکت سے دوستی کے معاہدے طے کرنے لگے۔

اب محمد ﷺ کی حیثیت صرف ایک مذہبی راہنما اور مبلغ کی نہ تھی بلکہ ایک ایسی حکومت کے صدر کی تھی جسے سیاسی طور پر ملک کی عظیم اکثریت نے باقاعدہ تسلیم کرلیا تھا۔

وقت کے اس موزوں انتخاب نے دعوتی خطوط کو ایک ایسی سیاسی قوت و طاقت بھی عطا کی جس کے بغیر فرمانرواؤں اور مطلق العنان حکمرانوں کی توجہات کو کم ہی مائل کی جا سکتا ہے۔

مہر کا استعمال:

رسول اکرم ﷺ نے جب فرمانرواؤں کے نام مکتوب گرامی بھیجنے کا فیصلہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ شاہان عجم کسی ایسی تحریر یا خط کو قابل مطالعہ سمجھتے ہیں اور نہ لائق اعتنا جس پر مہر ثبت نہ ہو، اس لیے آپ ﷺ نے فوراً چاندی کی ایک ایسی انگشتری تیار کرائی جس کے نگینے پر آپ ﷺ کا اسم ذات اور خدا کا عطا کردہ آپ ﷺ کا منصب نقش کیا گیا۔ الفاظ اس ترتیب سے درج کیے گئے کہ سب سے اوپر 'اللہ' اس کے نیچے 'رسول' اور اس کے نیچے 'محمد' تحریر کیا گیا۔ گویا اس کی شکل اس طرح تھی:

مہر کے استعمال سے آپ ﷺ کے مکتوبات گرامی کو شاہی درباروں کے رسم وقواعد کے مطابق باضابطہ سرکاری مراسلہ جات کی حیثیت حاصل ہوگئی جس کے بعد بڑے سے بڑے حکمران کے لیے بھی ان سے بے اعتنائی اور لاپروائی کا سلوک روا رکھنا ناممکن ہوگیا۔ اسی بنا پر یہ مکتوبات بھرے درباروں میں پڑھے گئے۔

مکتوبات نبوی ﷺ کی خصوصیات:

۱۔ حضور اکرم ﷺ کے ان بابرکت خطوں کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے گویا سرنامہ کی ابتدا ہی اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے کہ اس کے ذریعہ جس ہدایت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور جس مقدس مشن کی طرف بلاوا دیا جا رہا ہے وہ کسی جابر وقاہر انسان کی جبروت وسطوت کو قائم کرنے کا پروگرام یا منشور نہیں بلکہ اس مشن اور پیغام کا تعلق اس خدائے بزرگ وبرتر کی ذات سے وابستہ ہے جو اپنے بندوں کے لیے سراپا رحمت وشفقت ہے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضور ﷺ کے تمام مخاطب فرمانروا خدا کے اس نام ''اللہ'' سے واقف بھی تھے اور شناسا بھی۔

۲۔ ہادیٔ برحق ﷺ کے تمام دعوتی خطوط نہایت مختصر اور جامع ہیں بلکہ دنیائے ادب میں ایجاز واختصار کا نہایت حسین وجمیل اور دلکش ودل پذیر مرقع ہیں۔ اصل بات بغیر کسی تکلف کے براہِ راست بیان کر دی گئی ہے۔ یہ الفاظ کا ہیر پھیر ہے نہ عبارت آرائی۔

۳۔ ہر مکتوب میں مخاطب کی نفسیات، اس کے معتقدات اور اس کے معاشرتی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے بلیغ انداز میں اصل مقصد کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ پھر اس کے لیے دعوت حق کو یکسر مسترد کر دینا خاصا مشکل ہوگیا۔ وہ مجبور ہوگیا کہ صحرائے عرب کی طرف سے آنے والی اس ندائے حق پر کان دھرے اور اس پر غور کرے۔ مثلاً وہ فرمانروا جو مذہباً عیسائی تھے انہی کے عقائد کو بنیاد بنا کر اسلام کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

۴۔ ان مکتوباتِ گرامی کی سب سے اہم خصوصیت آنحضرت ﷺ کی وہ بے پناہ خود اعتمادی ہے جس نے بڑے بڑے سرکش اور قد آور شہنشاہوں کے ایوانوں میں تہلکہ مچا

دیا اوران کے تعمیر کردہ غرور ونخوت کے ناقابل تسخیر قلعوں کی بنیادیں ہل گئیں اوران کے خود ساختہ عظمت ورفعت کے تصورات ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئے۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ اس دور میں شاہی مراسلت اور خط کتابت کا یہ انداز مسلمہ قاعدے کی حیثیت حاصل کر چکا تھا کہ خط لکھنے والا خط کی ابتداء میں مکتوب الیہ کا نام مع القابات تحریر کرتا تھا اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ مکتوب الیہ کا احترام کیا گیا ہے اور اسے عزت دی گئی ہے۔ کاتب اپنا نام اس کے بعد درج کرتا تھا، لیکن آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ جو صرف مدینے کی ریاست کے سربراہ ہی نہ تھے بلکہ وہ اللہ کے آخری رسول اور پیغمبر بھی تھے، آپ ﷺ کے اس منصب نے آپ ﷺ کو وہ اعزاز اور وہ شرف عطا کر دیا تھا جس میں اس روئے زمین پر موجود کوئی انسان، کوئی حکمران اور کوئی شہنشاہ شریک تھا نہ ہم پلہ۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس بلند ترین منصب کے عز وشرف کا اظہار بغیر کسی جھجک کے اپنے ان دعوتی خطوں میں بھی کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے ہر خط میں اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنا اسم گرامی پہلے تحریر کرایا اور مکتوبِ الیہ کا نام اس کے بعد۔ گو مکتوبات کے اس طرزِ تحریر سے کچھ مخاطبین شروع میں چراغ پا بھی ہوئے لیکن جلد ہی بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔

سفیروں کا انتخاب:

رحمت عالم ﷺ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے پاس پیغام حق پہنچانے کے لیے سفارتی ذمے داریاں جن افراد کو سونپیں، انہوں نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی فہم وبصیرت سے ثابت کر دیا کہ وہ ان عظیم مناصب کے لیے نہایت موزوں تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی سفارتوں کے نتیجہ خیز اور کامیاب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس ملک، جس قوم اور جس علاقے کی طرف بھی آپ ﷺ نے اپنی سفارت بھیجی تو اس کام پر ایسے شخص کو مامور کیا جو اس علاقے کی زبان سے بخوبی واقف تھا۔ وہ وہاں کے باشندوں سے ان کی زبان میں بلا تکلف بات چیت کر کے اپنے دعوتی مشن کو عمدہ پیرائے میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ نیز وہ وہاں کے جغرافیائی اور معاشرتی حالات اور وہاں کے

رسم ورواج اور لوگوں کے اطوار و عادات پر گہری نگاہ رکھتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہوں کے نام جو دعوتی سفارتیں روانہ کیں، ان بادشاہوں اور ان کی طرف جانے والے سفیروں کے نام درج ذیل ہیں:[1]

نمبر	بادشاہان	سفیران نبوی ﷺ کے اسمائے گرامی	شہر
۱	قیصر روم، ہرقل	سیّدنا دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ	یروشلم
۲	کسریٰ ایران، خسرو پرویز	سیّدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	مدائن
۳	نجاشی حبشہ، اصحمہ ابن ابجر	سیّدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	اکسوم
۴	شاہ مصر، مقوقس	سیّدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	اسکندریہ
۵	حاکم بحرین، منذر بن ساویٰ	سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	بحرین

۱۔ قیصر شاہِ روم کے نام خط

صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں اس گرامی نامہ کی نص مروی ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ وہ مکتوب یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ.

سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ، اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ ، وَ ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضًا

---

[1] اردو ڈائجسٹ، رحمۃ للعالمین نمبر: ۲/ ۲۰۳-۲۰۷۔

بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۶۴﴾

(آل عمران : ٦٤) [1]

''اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف۔

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمھیں تمہارا اجر دوبار دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کے بجائے ہمارا بعض بعض کو رب نہ بنائے۔ پس اگر لوگ رخ پھیریں تو کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو، ہم مسلمان ہیں۔''

اس گرامی نامہ کو پہنچانے کے لیے دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ یہ خط سربراہ بصری کے حوالے کر دیں اور وہ اسے قیصر کے پاس پہنچا دے گا۔ اس کے بعد جو کچھ پیش آیا اس کی تفصیل صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے بیان کیا کہ ہرقل نے اس کو قریش کی ایک جماعت سمیت بلوایا۔ یہ جماعت صلح حدیبیہ کے تحت رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان طے شدہ عرصۂ امن میں ملک شام تجارت کے لیے گئی ہوئی تھی۔ یہ لوگ ایلیاء (بیت المقدس) میں اس کے پاس حاضر ہوئے۔ [2] ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں بلایا۔ اس وقت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي ...... الخ، رقم: ٧ و ٢٩٤١.

[2] اس وقت قیصر اس بات پر اللہ کا شکر بجالانے کے لیے حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) گیا ہوا تھا کہ اللہ نے اس کے ہاتھوں اہل فارس کو شکست فاش دی۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ٩٩/٢) اس کی تفصیل یہ ہے کہ فارسیوں نے خسرو پرویز کو قتل کرنے کے بعد رومیوں سے ان کے مقبوضہ علاقوں کی واپسی کی شرط پر صلح کر لی اور وہ صلیب بھی واپس کر دی جس کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی۔ قیصر اس صلح کے بعد صلیب کو اصل جگہ نصب کرنے اور اس فتح مبین پر اللہ کا شکر بجالانے کے لیے ۶۲۹ء یعنی ۷ھ میں ایلیاء (بیت المقدس) گیا تھا۔

اس کے گرداگرد روم کے بڑے بڑے لوگ تھے۔ پھر اس نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلا کر کہا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اس سے تمہارا کون سا آدمی سب سے زیادہ قریبی نسبی تعلق رکھتا ہے؟ ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں نے کہا، میں اس کا سب سے زیادہ قریب النسب ہوں۔ ہرقل نے کہا، اسے میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر کے اس کی پشت کے پاس بٹھا دو۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ میں اس شخص سے اس آدمی (نبی ﷺ) کے متعلق سوالات کروں گا۔ اگر یہ جھوٹ بولے تو تم لوگ اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر جھوٹ بولنے کی بدنامی کا خوف نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کے متعلق یقیناً جھوٹ بولتا۔

ابوسفیان کہتے ہیں اس کے بعد پہلا سوال جو ہرقل نے مجھ سے آپ کے بارے میں کیا وہ یہ تھا کہ تم لوگوں میں اس کا نسب کیسا ہے؟

میں نے کہا: وہ اونچے نسب والا ہے۔

ہرقل نے کہا: تو کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اچھا تو بڑے لوگوں نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟

میں نے کہا: بلکہ کمزوروں نے۔

ہرقل نے کہا: یہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

میں نے کہا: بلکہ بڑھ رہے ہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس دین سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: اس نے جو بات کہی ہے کیا اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اس کو جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔

ہرقل نے کہا: کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔ البتہ ہم لوگ اس وقت اس کے ساتھ صلح کی ایک مدت گزار رہے ہیں۔ معلوم نہیں اس میں وہ کیا کرے گا۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس فقرے کے سوا مجھے اور کہیں کچھ گھسیڑنے کا موقع نہ ملا۔

ہرقل نے کہا: کیا تم لوگوں نے اس سے جنگ کی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

ہرقل نے کہا: تو تمہاری اور اس کی جنگ کیسی رہی؟

میں نے کہا: جنگ ہم دونوں کے درمیان برابر کی چوٹ ہے۔ وہ ہمیں زِک پہنچا لیتا ہے اور ہم اسے زِک پہنچا لیتے ہیں۔

ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟

میں نے کہا: وہ کہتا ہے صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پرہیز، پاک دامنی اور قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: ''تم اس شخص (ابوسفیان) سے کہو کہ میں نے تم سے اس شخص (نبی ﷺ) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے اور دستور یہی ہے کہ پیغمبر اپنی قوم کے اونچے نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔

اور میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ بات اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے کہی تھی؟ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی اور نے کہی ہوتی تو میں یہ کہتا کہ یہ شخص ایک ایسی بات کی نقالی کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جا چکی ہے۔

اور میں نے دریافت کیا کہ کیا اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے بتلایا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کی بادشاہت کا طالب ہے۔

اور میں نے یہ دریافت کیا کہ کیا جو بات اس نے کہی ہے اسے کہنے سے پہلے تم لوگ اسے جھوٹ سے متہم کرتے تھے؟ تو تم نے بتایا کہ نہیں، اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ بڑے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور؟ تو تم نے بتایا کہ کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ پیغمبروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا اس دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص برگشتہ ہوکر مرتد بھی ہوتا ہے؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان کی بشاشت جب دلوں میں گھس جاتی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور میں نے دریافت کیا کہ کیا وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے بتلایا کہ نہیں اور پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔

میں نے یہ بھی پوچھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے، بت پرستی سے منع کرتا ہے، اور نماز، سچائی اور پرہیزگاری و پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔

تو جو کچھ تم نے بتایا ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ شخص بہت جلد میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو اس سے ملاقات کی زحمت اٹھاتا، اور اگر اس کے پاس ہوتا تو اس کے دونوں پاؤں دھوتا۔"

اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگوا کر پڑھا۔ جب خط پڑھ کر فارغ ہوا تو وہاں آوازیں بلند ہوئیں اور بڑا شور مچا۔ ہرقل نے ہمارے بارے میں حکم دیا اور ہم باہر کر دیئے گئے۔ جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابوکبشہ [1] کے

بیٹے کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفر (رومیوں ❷) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ رسول اللہ ﷺ کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے اندر اسلام کو جاگزیں کر دیا۔

یہ قیصر پر نبی ﷺ کے نامۂ مبارک کا وہ اثر تھا جس کا مشاہدہ ابوسفیان نے کیا۔ اس نامۂ مبارک کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ قیصر نے رسول اللہ ﷺ کے اس نامۂ مبارک کو پہنچانے والے یعنی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا۔ لیکن حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ یہ تحائف لے کر واپس ہوئے تو حسمیٰ میں قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو اپنے گھر کے بجائے سیدھے خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تفصیل سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں پانچ سو صحابہ کرام کی ایک جماعت حسمیٰ روانہ فرمائی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے قبیلہ جذام پر شبخون مار کر ان کی خاصی تعداد کو قتل کر دیا اور ان کے چوپایوں اور عورتوں کو ہانک لائے۔ چوپایوں میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے تھے۔

چونکہ نبی ﷺ اور قبیلہ جذام میں پہلے سے مصالحت کا عہد چلا آ رہا تھا اس لیے اس قبیلہ کے ایک سردار زید بن رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے جھٹ نبی ﷺ کی خدمت میں احتجاج و فریاد کی۔ زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ اس قبیلے کے کچھ مزید افراد سمیت پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور جب حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ پر ڈاکہ پڑا تھا تو ان کی مدد بھی کی تھی، اس لیے نبی ﷺ نے ان کا احتجاج قبول کرتے ہوئے مالِ غنیمت اور قیدی واپس کر دیئے۔ ❸

---

❶ ابو کبشہ کے بیٹے سے مراد نبی ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ ابو کبشہ آپ ﷺ کے دادا یا نانا میں سے کسی کی کنیت تھی، اور کہا جاتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کے رضاعی باپ (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر) کی کنیت تھی۔ بہرحال ابو کبشہ غیر معروف شخص ہے اور عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی تنقیص کرنی ہوتی تو اسے اس کے آباؤ و اجداد میں سے کسی غیر معروف شخص کی طرف منسوب کر دیتے۔

❷ بنو الاصفر (اصفر کی اولاد۔ اور اصفر کے معنی زرد، یعنی پیلا) رومیوں کو بنو الاصفر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ روم کے جس بیٹے سے رومیوں کی نسل تھی وہ کسی وجہ سے اصفر (پیلے) کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔

❸ الرحیق المختوم، ص: ٤٨٣-٤٨٧.
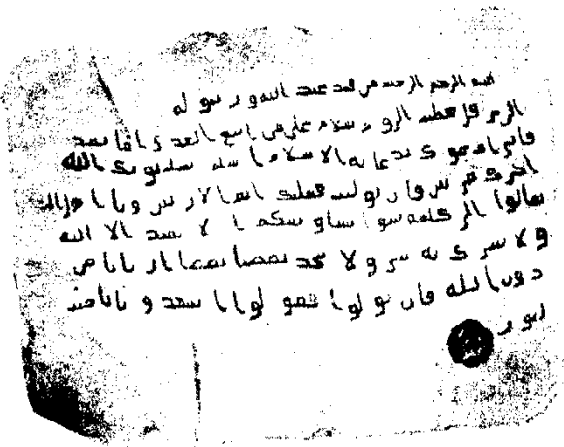
اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو رومی سپر پاور کے بادشاہ ہرقل کو لکھا گیا...... یہ خط آج اصلی حالت میں دریافت ہو چکا ہے۔

۲۔ شاہِ فارس خسرو پرویز کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط بادشاہِ فارس کسریٰ (خسرو) کے پاس روانہ کیا جو یہ تھا:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسَ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى، وَ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ، وَ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ اَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَ يَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ اَسْلِمْ تَسْلَمْ، فَاِنْ اَبَيْتَ، فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمَجُوْسِ)) [1]

''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجامِ بد سے ڈرایا جائے اور کافرین پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس کا بھی بارِ گناہ ہوگا۔''

اس خط کو لے جانے کے لیے آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ انہوں نے یہ خط سربراہ بحرین کے حوالے کیا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ سربراہ بحرین نے یہ خط اپنے کسی آدمی کے ذریعہ کسریٰ کے پاس بھیجا یا خود حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ بہرحال جب یہ خط کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اس نے چاک کر دیا اور

[1] عیون الأثر لابن سید الناس: ۲/ ۳۴۷، ۳۴۸.

نہایت متکبرانہ انداز میں بولا: میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کی جب خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کرے، اور پھر وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کے یہاں اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کیے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا جس میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو ایک نے کہا: ''شہنشاہ کسریٰ نے شاہ باذان کو ایک مکتوب کے ذریعہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو کسریٰ کے روبرو حاضر کرے اور باذان نے اس کام کے لیے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ﷺ میرے ساتھ چلیں۔ ساتھ ہی دونوں دھمکی آمیز باتیں بھی کہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ''کل ملاقات کریں۔''

ادھر عین اسی وقت جبکہ مدینہ میں یہ دلچسپ ''مہم'' درپیش تھی خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعبہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارسی فوجوں کی پے در پے شکست کے بعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ھ کا واقعہ ہے۔ [1]

رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم وحی کے ذریعہ ہوا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی۔ ان دونوں نے کہا کچھ ہوش ہے آپ (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ ﷺ کی اس سے بہت معمولی بات بھی قابلِ اعتراض شمار کی ہے۔ تو کیا آپ ﷺ کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ بھیجیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اسے میری اس بات کی خبر کر دو اور اس سے یہ بھی کہہ دو کہ میرا

[1] فتح الباری: ۱۲۷/۸.

دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رکے گی جس سے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔ تم دونوں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیر اقتدار ہے وہ سب میں تمہیں دے دوں گا اور تمہیں تمہاری قوم ابناء کا بادشاہ بنا دوں گا۔ اس کے بعد وہ دونوں مدینہ سے روانہ ہو کر باذان کے پاس پہنچے اور اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ شیرویہ نے اپنے اس خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا تھا اسے تاحکم ثانی برانگیختہ نہ کرنا۔

اس واقعہ کی وجہ سے باذان اور اس کے فارسی رفقاء (جو یمن میں موجود تھے) مسلمان ہو گئے۔ ❶

❶ محاضرات خضری: ١٤٧/١۔ فتح الباری: ١٢٧/٨، ١٢٨، نیز دیکھئے رحمۃ للعالمین و الرحیق المختوم، ص: ٤٨١-٤٨٣.
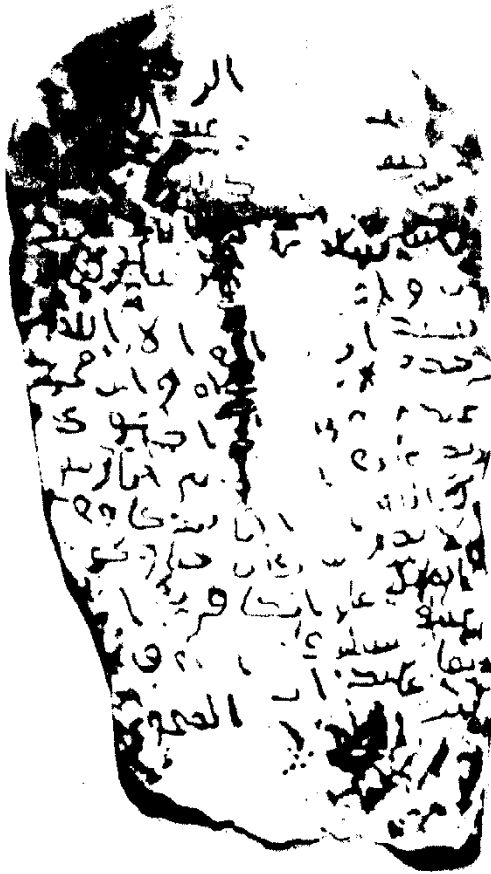
اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو ایرانی سپر پاور کے بادشاہ خسرو پرویز کو لکھا گیا...... خط مبارک پھٹا ہوا دکھلائی دے رہا ہے، اصل حالت میں آج موجود ہے

۳۔ نجاشی شاہ حبش کے نام خط

اس نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ نبی ﷺ نے اس کے نام جو خط لکھا اسے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے بدست ۶ ھ کے اخیر یا ۷ ھ کے شروع میں روانہ فرمایا۔

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِيِّ عَظِيْمِ الْحَبْشَةِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى . اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيْنَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيْسٰى مِنْ رُّوْحِهٖ وَ نَفْخِهٖ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهٖ، وَ اِنِّيْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ الْمُوَالَاةِ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَ اَنْ تَتَّبِعَنِيْ وَ تُوْقِنَ بِالَّذِيْ جَآءَ نِيْ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَ اِنِّيْ اَدْعُوْكَ وَ جُنُوْدَكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ قَدْ بَلَّغْتُ وَ نَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِيْ ، وَ السَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى .))[1]

"اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی عظیم حبشہ کے نام

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو قدوس اور سلام ہے۔ امن دینے والا محافظ ونگران ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس

---

[1] عیون الاثر: ۲/۳۴۹۔ زاد المعاد، سیرۃ ابن کثیر، نصب الرایۃ۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ۔ الطبقات الکبری: ۱/۲۵۸، ۲۵۹۔

کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں پاکیزہ اور پاک دامن مریم بتول علیہا السلام کی طرف ڈال دیا اور اس کی روح اور پھونک سے مریم عیسیٰ علیہ السلام کے لیے حاملہ ہوئیں۔ جیسے اللہ نے آدمی علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف (بلاتا ہوں) کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، اور میں نے تبلیغ ونصیحت کر دی لہٰذا میری نصیحت قبول کرو، اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔''

جب عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط نجاشی کے حوالے کیا تو نجاشی نے اسے لے کر آنکھ پر رکھا اور تخت سے زمین پر اتر آیا اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بارے میں خط لکھا جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ کی طرف سے سلام اور اس کی رحمت اور برکت ہو وہ اللہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اما بعد:

اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کا گرامی نامہ ملا جس میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ذکر کیا ہے۔ خدائے آسمان وزمین کی قسم! آپ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بڑھ کر نہ تھے۔ وہ ویسے ہی ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ [1] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہمارے پاس بھیجا ہے ہم نے اسے جانا اور آپ کے چچیرے بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مہمان نوازی کی، اور میں شہادت دیتا ہوں کہ

[1] حضرت عیسیٰ علیہ السلام [illegible] یہ فقرے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی اس رائے کی تائید کرتے ہیں کہ ان کا ذکر کردہ خط اصحمہ کے نام [illegible]

آپ ﷺ اللہ کے سچے اور پکے رسول ﷺ ہیں۔ اور میں نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ ﷺ کے چچیرے بھائی سے بیعت کی، اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام قبول کیا۔ ❶

نبی ﷺ نے نجاشی سے یہ بھی طلب کیا تھا کہ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرینِ حبشہ کو روانہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں ان کی روانگی کا انتظام کر دیا۔ ایک کشتی کے سوار جس میں حضرت جعفر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور کچھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، براہِ راست خیبر پہنچ کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور دوسری کشتی کے سوار جن میں زیادہ تر بال بچے تھے سیدھے مدینہ پہنچے۔ ❷

مذکورہ نجاشی نے غزوہ تبوک کے بعد رجب ۹ھ میں وفات پائی۔ نبی ﷺ نے اس کی وفات ہی کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی موت کی اطلاع دی اور اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ اس کی وفات کے بعد دوسرا بادشاہ اس کا جانشین ہو کر سریر آرائے سلطنت ہوا تو نبی ﷺ نے اس کے پاس بھی ایک خط روانہ فرمایا لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ ❸

---

❶ زاد المعاد: ۳/ ۶۱.

❷ ابن ہشام: ۲/ ۳۵۹.

❸ یہ بات کسی قدر صحیح مسلم کی روایت سے اخذ کی جا سکتی ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحیح مسلم: ۲/ ۹۹، بحوالہ الرحیق المختوم، ص: ۴۷۶-۴۷۹.

اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو شاہِ حبشہ کو لکھا گیا آج اپنی اصل حالت میں مل گیا ہے۔

۴۔ مقوقس شاہِ مصر کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک گرامی نامہ جریج بن متی ❶ کے نام روانہ فرمایا جس کا لقب مقوقس تھا جو مصر واسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ نامہ گرامی یہ ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ اِلَى الْمَقَوْقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى . اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران : ٦٤) ❷

''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کی جانب

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد:

میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہل قبط کا بھی گناہ ہوگا۔

اے اہل قبط! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان

❶ یہ نام علامہ منصور پوری نے رحمۃ للعالمین: ۱/۱۵۸ میں ذکر فرمایا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کا نام بنیامین بتلایا ہے۔ دیکھئے رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص:۱۴۱۔

❷ عيون الاثر لابن سيد الناس : ۲/۳۵۰۔ و ابن قيم في زاد المعاد، طبقات ابن سعد: ۱/۲۰۰ و محمد بن طولون في أعلام السائلين و حميد الله في مجموعة الوثائق السياسية.

برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے بجائے رب نہ بنائیں۔
پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔'' [1]

اس خط کو پہنچانے کے لیے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا گیا۔ وہ مقوقس کے دربار میں پہنچے تو فرمایا: ''(اس زمین پر) تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے آخر و اول کے لیے عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسرے سے عبرت پکڑو، ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں۔''

مقوقس نے کہا: ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے۔

حضرت حاطب نے فرمایا: ''ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام ماسوا (ادیان) کے بدلے کافی بنا دیا ہے۔ دیکھو! اس نبی نے لوگوں کو (اسلام کی) دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے، یہود نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بشارت دی تھی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بشارت دی ہے، اور ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جیسے تم اہل تورات کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم کو پا جاتا ہے وہ قوم اس کی امت ہو جاتی ہے، اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے، اور تم نے اس نبی کا عہد پالیا ہے، اور

---

[1] زاد المعاد لابن قیم: ۳/۶۱۔ ماضی قریب میں یہ خط دستیاب ہوا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کا جو فوٹو شائع کیا ہے اس میں اور زاد المعاد کی عبارت میں صرف دو حرف کا فرق ہے۔ زاد المعاد میں ہے اسلم تسلم۔ اسلم یوتك الله الخ اور خط میں ہے فاسلم تسلم یوتك الله ، اسی طرح زاد المعاد میں ہے اثم اهل القبط اور خط میں ہے اثم القبط۔ دیکھیے: (رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص: ۱۳۶، ۱۳۷)

پھر ہم تمہیں دین مسیح سے روکتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں۔“

مقوقس نے کہا: ”میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا تو میں نے پایا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں کرتے۔ وہ نہ گمراہ جادوگر ہیں نہ جھوٹے کاہن، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں میں مزید غور کروں گا۔“

مقوقس نے نبی ﷺ کا خط لے کر (احترام کے ساتھ) ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا اور مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کر دیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حسبِ ذیل خط لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد بن عبداللہ کے لیے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے۔

آپ ﷺ پر سلام! اما بعد، میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس میں آپ ﷺ کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کی آمد باقی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے نمودار ہو گا۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا اعزاز و اکرام کیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کپڑے بھیج رہا ہوں اور آپ ﷺ کی سواری کے لیے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں، اور آپ ﷺ پر سلام۔“

مقوقس نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا اور اسلام نہیں لایا۔ دونوں لونڈیاں ماریہ اور سیرین تھیں۔ خچر کا نام دُلدل تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک باقی رہا۔ [1] نبی ﷺ نے ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس رکھا، اور انہی کے بطن سے نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے اور سیرین رضی اللہ عنہا کو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

[1] زاد المعاد: ٣/٦١۔ بحوالہ الرحیق المختوم: ٤٧٩-٤٨١۔

اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو شاہِ مصر مقوقس کو لکھا گیا...... یہ خط آج دریافت ہو چکا ہے۔

۵۔ منذر بن ساویٰ کے نام خط

نبی ﷺ نے ایک خط منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے پاس لکھ کر اسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اس خط کو حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں روانہ فرمایا۔ جواب میں منذر نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا: ''اما بعد! اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنا دیا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور اس کے حلقہ بگوش ہو گئے اور بعض نے پسند نہیں کیا اور میری زمین میں یہود اور مجوس بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیے۔'' اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے یہ خط لکھا:

((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ سَاوٰى ،

سَلَامٌ عَلَيْكَ ، فَاِنِّىْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ، اَمَّا بَعْدُ: فَاِنِّىْ اُذَكِّرُكَ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّنْصَحْ فَاِنَّمَا يَنْصَحُ لِنَفْسِهٖ ، وَ اِنَّهٗ مَـنْ يُّـطِـعْ رُسُلِىْ وَ يَتَّبِعْ اَمْرَهُمْ فَقَدْ اَطَاعَنِىْ ، وَ مَنْ نَّصَحَ لَهُمْ فَـقَـدْ نَـصَـحَ لِـىْ ، وَ اِنَّ رُسُـلِىْ قَدْ اَثْنَوْا عَلَيْكَ خَيْرًا وَ اِنِّىْ قَدْ شَـفَّـعْتُكَ فِـىْ قَـوْمِكَ ، فَاتْرُكْ لِلْمُسْلِمِيْنَ مَا اَسْلَمُوْا عَلَيْهِ ، وَ عَفَوْتُ عَنْ اَهْلِ الذُّنُوْبِ ، فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ اِنَّكَ مَهْمَا تُصْلِحُ فَلَنْ نَّعْزِلَكَ عَنْ عَمَلِكَ ، وَ مَنْ اَقَامَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ اَوْ مَجُوْسِيَّةٍ فَعَلَيْهِ الْجِزْيَةُ .))

''اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے منذر بن ساویٰ کی طرف

تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اما بعد! میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لیے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری قوم سفارش قبول کر لی ہے، لہٰذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے لہٰذا ان سے قبول کر لو اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔''[1]

ان خطوط کے ذریعے نبی ﷺ نے اپنی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں تک پہنچا دی۔ اس کے جواب میں کوئی ایمان لایا تو کسی نے کفر کیا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہو گئی اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گیا۔[2]

ہم نے صرف انہی خطوط کا تذکرہ کیا ہے جو آج تک دریافت ہوئے اور دنیا بھر کو دعوتِ امن وسلامتی دے رہے ہیں۔ اُس دعوتِ امن کی مثال آج تک مل سکی ہے اور نہ تا روزِ قیامت مل سکے گی۔

---

[1] زاد المعاد: ۶۲،۶۱/۳۔ یہ خط ماضی قریب میں دستیاب ہوا ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس کا فوٹو شائع کیا ہے۔ زاد المعاد کی عبارت اور اس فوٹو والی عبارت میں صرف ایک لفظ کا فرق (یعنی فوٹو میں) ہے لا الـه الا هو کے بجائے لا الا غیرہ ہے۔

[2] بحوالہ الرحیق المختوم، ص: ۴۸۷-۴۸۸ و ۴۹۳۔

اللہ کے رسول ﷺ کا خط مبارک جو بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کو لکھا گیا.....خط مبارک اصلی حالت میں آج موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی:

محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کردیا جائے ،تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین ومفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ہیں موصوف نے سرورِ عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست ونابود کرنے کے بجائے مجبور کرنا پسند فرمایا۔" ❶

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ ونابود کرنے پر نہیں ، بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کردینے پر مشتمل تھی۔" ❷

اپنے اس نظریہ کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر اور سلسلۂ واقعات پر تبصرہ کرکے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔ ❸

دراصل پیغمبرِ ﷺ کو اگر چہ چاروناچار میدانِ کارزار میں اترنا پڑا، کیونکہ شہادت گہ الفت کے باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی ،لیکن آپ ﷺ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو ،اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا، اور اس میدان میں حریفوں نے زک اُٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جزء

---

❶ عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ ،ص:۴۴۔

❷ عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی ،ص: ۲۴۰۔

❸ محسن انسانیت ،ص: ۳۸۷۔

ہے جو پیغمبر ﷺ کو امن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے کہ غزوۂ خیبر کی مہم کے دوران میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم خاص عنایت فرماتے ہوئے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا: اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ [1]

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں ہے، بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کے دل ودماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظامِ امن کو قبول کر لیں، یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا بنیادی نقطۂ نظر سامنے آجاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں، بخلاف اس کے ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور عالی حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت دانشمندی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت دانشمندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو مرکب کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں، کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرۂ خون بہائے نظامِ ریاست کو یوں استوار کر دینے کی مثال تاریخ کے اوراق میں ملنا ناممکن ہے۔ صحیح معنوں میں غیر خونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے، جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا، اور جس کی نیو کے پتھروں میں کسی ایک فرزندِ آدم کا لاشہ شامل نہیں، یہ محیر العقول واقعہ خود نبی کریم ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد وشمار:

نبی کریم ﷺ کی دس سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد وشمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے ''کم سے کم خونریزی'' کا ارادہ واُصول سامنے رکھا، اور بہت قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر۔

میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ آپ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

	نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
		شہید	مقتول
۱	غزوۂ بدر	۲۲	۷۰
۲	غزوۂ اُحد	۷۰	۳۰
۳	غزوۂ احزاب	۶	۱۰
۴	غزوۂ خیبر	۱۸	۹۳
۵	سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶	غزوۂ فتح مکہ	۲	۱۲
۷	غزوۂ حنین و طائف	۶	۷۱
	کل تعداد	۱۳۶	۲۸۶

سات غزوات و سرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے۔ عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کے غزوات و سرایا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیات طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کارروائیوں اور نقل و حرکت کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	کارروائیوں کا مقصد	کارروائیوں کی تعداد	شہدا کی تعداد	تعداد مقتولین دشمن
۱	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵	ـ	ـ
۲	بت شکنی کی مہمات	۳	ـ	ـ
۳	دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲

۴	ذاتی نوعیت کے واقعاتِ قتل	۵	ـ	۵
۵	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۶	ـ	۱۲۷
۶	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں	۳۸	۷۳	۱۱
۷	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۸	۸۲	۴۱۰
۸	جنگیں (غزوات وسرایا)	۷	۱۳۶	۲۸۶
	کل تعداد	۸۲	۳۱۰	۸۵۱

۸۲ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد رحمۃ اللعالمین ج ۲، باب غزوات وسرایا اور الرحیق المختوم، ص: ۴۲۴، ۴۹۵ پر ۱۱۶۱ ہے۔

۸۲ کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

اَمن پسند ''مہذبوں'' کی اَمن پسندی:

آیئے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیانِ تہذیب اور اَمن پسند یورپ کی رزم آرائیوں پر ڈالیں، اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالَمِ انسانیت کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے؟ اور کون انسانیت کا دشمن ہے؟

۱۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں امریکی سفید فام نو آباد کاروں نے اپنی ''نئی دنیا'' آباد کرنے کے لیے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کا قتل عام کیا۔ براعظم افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کو جانوروں کی طرح پکڑ پکڑ کر اپنا غلام بنایا، جہازوں میں جانوروں کی طرح لاد لاد کر امریکہ لائے اور ان کی باقاعدہ خرید وفروخت کی۔ ان سیاہ فام

باشندوں کی نسل آج تک امریکہ میں سفید فاموں کے برابر حقوق حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی سیاہ فام انسانوں نے امریکی دستور میں لکھے گئے ''انسانی حقوق'' کا مطالبہ کیا، انہیں نہایت بے رحمی سے کچل دیا گیا۔ ❶

۲۔ ۱۸۹۰ء میں جنوبی ڈکوٹا اور ارجنٹائن پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں چلی پر حملہ کیا، ۱۸۹۲ء میں اواہو پر، ۱۸۹۳ء میں ہوائی پر حملہ کر کے آزاد ریاست کا خاتمہ کیا، ۱۸۹۴ء میں کوریا پر ۱۸۹۵ء میں پانامہ پر، ۱۸۹۶ء میں نکارا گوا پر حملہ کیا، ۱۸۹۸ء میں فلپائن پر حملہ کیا، یہ جنگ ۱۹۱۰ء تک یعنی بارہ سال تک جاری رہی جس میں چھ لاکھ فلپائنی مارے گئے۔

۳۔ ۱۹۱۲ء میں کیوبا پر حملہ کیا، ۱۹۱۳ء میں میکسیکو پر، ۱۹۱۴ء میں ہیٹی پر، ۱۸، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم اول میں شرکت کی، ۱۹۱۹ء میں ہونڈرلیس پر حملہ کیا، ۱۹۲۰ء میں گوئٹے مالا پر حملہ کیا، ۱۹۲۱ء میں مغربی ورجینیا پر حملہ کیا۔

۴۔ ۱۹۴۱۔۴۵ء کی جنگ عظیم دوم، جس میں چار کروڑ انسان لقمہ اجل بنے، صرف امریکہ بہادر نے اس جنگ میں تین کھرب ۶۰ ارب ڈالر خرچ کیے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی فوجیوں نے اس میں حصہ لیا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا فیصلہ کرنے والوں میں حقوق انسانی کے علمبردار امریکا کا صدر ''ٹرومین'' اور ''مہذب'' برطانیہ کا وزیراعظم ''سر'' ونسٹن چرچل بھی شامل تھے۔

۵۔ ۱۹۴۳ء میں ڈیٹوریٹ میں سیاہ فاموں کی بغاوت کچلنے کے لیے امریکہ نے فوجی

❶ امریکی سیاہ فام محمد علی کلے، اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں ۱۹۶۰ء میں اٹلی کے شہر روم سے ایک مقابلہ جیت کر امریکہ واپس آیا تو ایک ہیرو کی طرح میرا استقبال کیا گیا۔ ایک روز میں ایسے ہوٹل میں چلا گیا جو گوروں کے لیے مختص تھا، جونہی میں ایک میز پر بیٹھا، ہوٹل کی خاتون مینیجر نے مجھے بڑی درشتی سے حکم دیا: ''ہوٹل سے باہر چلے جاؤ، یہاں کسی سیاہ فام کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔'' میں نے بتایا'' میں روم میں اولمپک مقابلوں میں جیت کر آیا ہوں اور سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، لیکن اس خاتون نے ایک نہ سنی اور حقارت کے ساتھ زبردستی مجھے ہوٹل سے نکال دیا۔'' (ہم مسلمان کیوں ہوئے، از عبدالغنی فاروق، ص: ۴۵۶)

ایکشن کیا۔ یونان کی خانہ جنگی (۴۹۔۱۹۴۷) میں کمانڈو آپریشن کیا، ۱۹۵۰ء میں پیورٹوریکو پر حملہ کیا، ۱۹۵۳ء میں فوجی آپریشن کے ذریعہ ایران کی حکومت بدلی، ۱۹۵۴ء میں گوئٹے مالا پر بمباری کی۔

۶۔ ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء امریکہ نے مسلسل پندرہ سال تک ویت نام پر جنگ مسلط کئے رکھی، جس میں دس لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔

۷۔ ۱۹۶۵ء میں امریکہ نے انڈونیشیا کے آمر صدر سہارتو کو بائیں بازو کے دس لاکھ افراد کو قتل کرنے کے لیے مدد فراہم کی۔

۸۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۵ء تک (چھ سال) کمبوڈیا سے جنگ کی، جس میں ۲۰ لاکھ انسانوں کا قتل عام ہوا۔

۹۔ ۷۳۔۱۹۷۱ء میں لاؤس پر بمباری کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی ڈیکوٹا میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۷۳ء میں ''چلی'' میں فوجی آپریشن کے ذریعہ حکومت تبدیل کی، ۹۲،۱۹۷۶ء میں انگولا میں جنوبی افریقہ کی حمایت سے ہونے والی بغاوت میں باغیوں کو مدد فراہم کی۔ ۹۰۔۱۹۸۱ء میں ''نکارا گوا'' میں فوجی آپریشن کیا، ۸۴، ۱۹۸۲ء میں لبنان کے مسلم علاقوں پر بمباری کی، ۱۹۸۴ء میں خلیج فارس میں دو ایرانی طیارے تباہ کئے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے لیبیا پر حملہ کیا۔

۱۰۔ ۱۹۷۹ء میں عراق نے امریکہ کے فوجی تعاون سے ایران پر حملہ کیا، یہ جنگ مسلسل آٹھ سال تک جاری رہی، جس میں دونوں طرف سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے۔

۱۱۔ ۱۹۸۹ء میں فلپائن میں فوجی بغاوت ہوئی۔ امریکہ نے بغاوت کچلنے کے لیے فلپائن کو فضائی مدد مہیا کی۔ ۱۹۸۹ء میں ہی فوجی آپریشن کے ذریعہ پاناما میں حکومت تبدیل کی، جس میں ۲ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

۱۲۔ ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ الیکشن میں بھاری اکثریت سے

جیتی، جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی تھی، اسلامی انقلاب کو روکنے کے لیے امریکہ کی مدد سے فوجی آپریشن کیا گیا، جس میں ۸۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

۱۳۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، اور ۱۹۹۱ء میں ''ڈیزرٹ سٹارم آپریشن'' کی صورت میں خود عراق پر حملہ کر دیا، جس میں ہزاروں عراقی ہلاک ہوئے۔

۱۴۔ ۱۹۹۴ء میں ہیٹی کی حکومت بدلنے کے لیے فوجی آپریشن کیا۔ ۱۹۹۶ء میں عراق پر حملہ کیا، اور فوجی اہمیت کے ۲۷ ٹھکانوں پر مزائل پھینکے۔ ۱۹۹۸ء میں سوڈان کی دوا ساز کمپنی پر میز سے ۱۹۹۸ء میں عراق پر پھر مسلسل چار دن تک میزائلوں سے بمباری کی۔

۱۵۔ ۱۹۹۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا میں بغاوت کروائی، عیسائیوں کو مدد فراہم کی، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، بالآخر مشرقی تیمور کی صورت میں ایک عیسائی ریاست قائم کی۔ ❶

۱۶۔ سوویت یونین کے جابرانہ تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس لاکھ شہداء کی قربانیاں دینے والے زخموں سے نڈھال، نہتے افغانستان پر ۲۰۰۱ء میں طیاروں اور میزائلوں سے شدید بمباری کی، جس کے نتیجہ میں ۲۵ ہزار بے گناہ شہری شہید ہوئے، ۷ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور طالبان کی جگہ شمالی اتحاد کی کٹھ پتلی حکومت قائم کی۔

۱۷۔ عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کیا، جس میں ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے، امریکی قبضہ کے بعد فلوجہ شہر کے عوام کی مزاحمت پر امریکی فوج نے فلوجہ پر زہریلی گیس چھوڑی اور کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کیے، جن کے استعمال پر بین الاقوامی طور پر پابندی عائد ہے۔ ❷

---

❶ مذکورہ بالا اعدد وشمار خالد محمود قادری کی کتاب ''افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام'' سے لیے گئے ہیں۔

❷ ہفت روزہ تکبیر، کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء۔

فصل نمبر ۹:

پیغمبرِ امن ﷺ کا مقام غیر مسلم محققین کی نظر میں

۱۔لین پول:

مشہور یورپین محقق اور مبلغ لین پول رقمطراز ہے:

''محمد (ﷺ) نہایت بااخلاق اور رحم دل بزرگ تھے۔ان کی بے ریا اللہ پرستی اور عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔بے شک آپ مقدس پیغمبر تھے۔''

۲۔کاؤنٹ ٹالسٹائی:

مشہور روسی محقق کاؤنٹ ٹالسٹائی نے بارگاہِ رسالت میں گلہائے عقیدت کچھ اس طرح پیش کیے ہیں:

''محمد (ﷺ) دنیا میں مصلح بن کر آئے ،اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی ہے جو کہ قوتِ بشری سے اعلیٰ وارفع تھی۔سیّدنا محمد (ﷺ) کا طرزِ عمل اخلاقِ انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ سیدنا محمد (ﷺ) کی تبلیغ وعبادت خالص سچائی پر مبنی تھی۔''

۳۔نپولین بوناپاٹ:

نپولین بوناپاٹ محسن انسانیت کی ذاتِ گرامی کے متعلق لکھتا ہے:

''محمد کی ذات ایک مرکزِ ثقل تھی ،جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے،ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنالیا اور ایک ایسا گروہ پیدا ہوا کہ چند ہی سالوں میں نصف دنیا میں اسلام کے ان پیروکاروں نے دنیا کو جھوٹے

خداؤں سے چھڑالیا، انہوں نے بت سرنگوں کر دیئے۔ موسیٰ وعیسیٰ کے پیروؤں نے پندرہ سو سال میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کی تھیں جتنی کہ ان متبعینِ اسلام نے صرف پندرہ سال میں کردیں، حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی ہستی بہت ہی بڑی چیز ہے۔''

۴۔ جارج برنارڈ شاہ:

جارج برنارڈ شاہ لکھتا ہے:

'' ازمۂ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے اپنی جہالت وتعصب کی وجہ سے بڑی بھیانک تصویر کی صورت میں مذہب اسلام کو پیش کیا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی، انہوں نے (سیّدنا) محمد اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی، میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے، اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محمد عظیم انسان تھے اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ آنے والے سو سالوں میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا، مگر موجودہ زمانے کا اسلام نہیں، بلکہ وہ اسلام ہوگا جو محمد (ﷺ) کے زمانہ میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔''

۵۔ جی ہگنز:

جی ہگنز اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے:

'' کہاں ہیں وہ یورپ آرچ بشپ آف کنٹر بری اور کونسلز آف کانوکیشن؟ اسقف پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے کہ جنہوں نے افریقہ میں غلامی کی اجازت دی، جنہوں نے حبشیوں کو غلام بنانا مذہب کے مطابق قرار دیا، آج ان کا کوئی نام نہیں اور وہ تاریخ کی گرد میں لپٹے گمنامی کی نیند سو رہے ہیں۔ کوئی محقق اور مورخ ان کا نام گرد جھاڑ کر تلاش بھی کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ وہ انہیں مطعون کر سکے اور ان کے بھیانک جرائم کا اظہار کر سکے۔ اس کے برعکس

ایک نام ہے محمد، جس نے انسانیت کو رنگ و نسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی ۔ یہ نام روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔"

۶۔ ایم ایم واٹ:

ایم ایم واٹ لکھتا ہے:

"عیسائی دنیا نے جس شخصیت سے سب سے زیادہ نفرت کا اظہار کیا اور اسے ظلمت کا شہزادہ قرار دیا ہے اصل میں وہی شخص دنیا میں احترام کا زیادہ حقدار ہے ۔ آج بھی عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ صدیوں کی نفرت ختم کر کے حقائق اور صداقت کی روشنی میں حیاتِ محمد کا مطالعہ کریں۔ اور انہیں بھول جانا چاہیے کہ ایک زمانے میں وہ بازنطینی شہنشاہیت کا حریف بنا تھا ۔ انہیں فراموش کر دینا چاہیے کہ ایشیائے کوچک پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا ۔ یہ جنگیں کیوں لڑی گئیں ۔ یہ تاریخ کا علیحدہ باب ہے، لیکن ان جنگوں کی وجہ سے دنیا کے سب سے قابل احترام برگزیدہ نبی سے نفرت کا جواز ڈھونڈنا ان کی عظمتوں اور خوبیوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے، جن کا ہمسر دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہیں بن سکا۔"

۷۔ مسٹر سیل:

مسٹر سیل اپنی برسوں کی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے:

"میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا کہ جس سے سیّدنا محمد کے دعویٰ رسالت میں شبہ ہو سکے یا آپ کی مقدس ذات پر مکروفریب کا الزام لگایا جا سکے۔"

اکبرالہ آبادی نے اس مشہور غیر مسلم انشاء پرداز مسٹر سیل کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

مصنف سیل کو لکھنا پڑا اپنے رسالے میں
وہ یوں اصحاب میں تھے افضل جیسے چاند ہالے میں

۸۔ مورخ ولیم ڈاڈ:

مورخ ولیم ڈاڈ ''صادق المصدوق'' (ﷺ) کی شان میں بطورِ دلیل فتح مکہ کا حوالہ دیتا ہے اور لکھتا ہے:

''آپ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں اور کافروں کے حق میں ظاہر کیا، اخلاقِ انسانی کا حیرت انگیز نمونہ ہے۔''

۹۔ ریورنڈ آرمیکوئیل:

یہ لکھتا ہے:

''اگر آپ کی تعلیم پر انصاف وایمانداری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ رسول اور مامور من اللہ تھے۔''

۱۰۔ پروفیسر باسوراسمتھ:

پروفیسر باسوراسمتھ نے لکھا ہے:

''بلاشک محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ تمام دنیا کو مسیحی مذہب نے فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔ اگر محمد کو قریش ہجرت سے پہلے شہید کر ڈالتے تو مشرق ومغرب دونوں ناقص وناکارہ رہ جاتے، اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا، اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دوچند بلکہ سہ چند تاریک تر ہو جاتے اور اگر آپ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ جب میں محمد کے کاملہ صفات اور کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ کے تابعدار غلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی روح پھونک دی تھی، انہوں نے کیا کیا کارنامے کر دکھائے، تو آپ مجھے سب سے بزرگ، سب سے برتر اور اپنی مثال آپ دکھائی دیتے ہیں۔''

۱۱۔ اسٹینلے لین پول:

یہ لکھتا ہے:

''کسی نبی پر ان کے گھر والوں کا ایمان لے آنا اس کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس صحرا نشیں کی سیرت وکردار کا صحیح صحیح اور متوازن جائزہ لینا بہت مشکل ہے، ان کے اخلاق میں شرافت ومتانت اور حیاء وجرأت اور عزم کے ساتھ ساتھ اس انداز سے ملے ہوئے ہیں کہ انسان کے لیے سوائے ان کے احترام کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا، وہ ذاتِ مقدس، جس نے کئی برسوں تک اکیلے لوگوں کی نفرت واستبداد کا مقابلہ کیا۔ وہی شخص تھا کہ جس نے کسی سے مصافحہ کرتے وقت بھی پہلے کبھی اپنے ہاتھ کو کھینچنے کی کوشش نہیں کی، وہ بچوں کا محبوب اور منظور نظر تھا، وہ کبھی مسکراہٹوں سے نوازے بغیر ان کے پاس سے نہیں گزرا، وہ ہمیشہ انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھتا اور مشفقانہ انداز سے انہیں خطاب کرتا، وہ بے تکلفی، اخلاص اور ہمت کا ایک نہایت ہی حسین امتزاج تھا۔''

۱۲۔ کارلائل :

کارلائل ایک منصف مزاج انگریز اہل قلم ہے، جس کو ہیروز میں بڑی دلچسپی ہے، اس نے بڑی عرق ریزی سے ہر میدان کے ہیرو تلاش کر کے ہیروز نامی کتاب تالیف کی ہے، اس کتاب کا ایک مستقل باب آپ ﷺ کے متعلق ہے جس میں اس نے اسلام کے بارے میں من گھڑت باتوں اور صاحب اسلام جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بے بنیاد جھوٹ وافسانوں کی سختی سے تردید کر کے ان سے بچنے کی اپیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جناب رسالت مآب (ﷺ) کی لائی ہوئی رسالت صدیوں سے لاکھوں لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت بنی آ رہی ہے۔ کیا ایسا سوچنا درست ہوگا کہ یہ رسالت جس پر یہ لاکھوں لوگ جئے اور مرے، جھوٹ ودھوکہ ہو سکتی ہے؟''

پھر وہ استفسار وسوال کرنے کے انداز میں لکھتا ہے:

”کیا آج تک کسی جھوٹے انسان نے دین تخلیق کر کے دیا اور اس کی اشاعت کے لیے وہ اہتمام کیا جو اسلام کی اشاعت کے لیے کیا گیا؟“

پھر وہ خود ہی کہتا ہے:

محمد کی رسالت حق و سچ تھی، اس کی آواز سچے انسان کی تھی جو انہیں ”عالم غیب“ سے ملی تھی اور وہ ایک ایسا چراغ تھا، جس نے پوری دنیا کو روشن کر دیا جو کہ دراصل پیغام اللہ تھا۔ اور یہ ایسا اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ اس سے نوازتا ہے۔“

وہ آپ سے محبت کے بارے میں لکھتا ہے:

”مجھے آپ سے اس لیے محبت ہوئی کہ آپ ریاکاری ومنافقت سے دور، تکلف وبناوٹ، لالچ اور دنیا کی محبت سے مبرا تھے اور آپ عظمتِ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ جناب محمد ﷺ کی آواز صحرا کی قدرتی اور پاک وصاف فضا کے وسط سے اٹھی، کانوں کے ذریعے دلوں تک پہنچی اور اس کے کلمات ان کے دلوں پر منقش ہو گئے۔ محمد نہ تو متکبر تھے اور نہ گھٹیا پن کا شکار، جھوٹ سے آپ کو نفرت تھی اور توہمات کا خوف آپ کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا۔ آپ نے اپنے متواضع مقام اور پیوند لگے کپڑوں سے بادشاہت اور قیصر وکسریٰ کو خطوط لکھے جن میں ترغیب وترہیب دونوں طریقوں سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ حق کے معاملہ میں کسی کے طعن وتشنیع کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے۔ جناب محمد ﷺ کو مال ومنال اور اقتدار پیش کیا گیا، مگر آپ نے اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دنیا سے بے نیاز وبے پرواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، آنے والے خطرات ومشکلات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے گزاری اور اس کی اشاعت میں لگے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سچے دین کو غالب کر دیا اور یہ ہر سو پھیل گیا۔“

۱۳۔ لارڈ ہائیڈلی:

یہ مفکر ان لوگوں میں سے ہے، جنہوں نے اسلام کو پڑھا اس کی تعریف کی اور اس کے نبی ﷺ کے متعلق سچ کہا اور لکھا۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے:

''میں چالیس برس یکسو ہو کر حقیقت کی تلاش میں رہا، بالآخر میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ مسلم مستشرق کی زیارت نے میرے دل میں دین محمدی جیسے آسان دین کا بڑا احترام پیدا کیا، ایسا دین جو کہ انسان کی تربیت کرتا ہے کہ اس کی ساری زندگی عبادت سے عبارت ہو اور وہ صرف اتوار کے دن عبادت تک محدود نہ رہے، میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام سے آشنا کیا جو کہ میرے دل میں نقش ہو چکا ہے اور اسلام سے مجھے وہ سعادت واطمینان حاصل ہوا ہے، جس سے میں پہلے محروم تھا، میں اندھیری غار میں تھا، اسلام مجھے وہاں سے نکال کر وسیع زمین پر لے آیا جسے آفتاب نے روشن کر رکھا تھا، اور میں سمندر کی صاف اور خالص ہوا سے مستفید ہونا شروع ہوا۔''

۱۴۔ مائیکل ہارٹ:

یہ خلائی اُمور کا ماہر معروف عالم ہے، اس کو عظیم لوگوں کی زندگی کے مطالعہ اور ان کی تلاش کا بڑا اشوق تھا، اس نے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا ''سو یادگار شخصیات'' اور ان میں سرفہرست سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ مائیکل مسلمان نہیں، وہ ایک امریکی عیسائی اسکالر ہے، اس نے ان سو شخصیات کا انتخاب کیا، جنہوں نے حیاتِ انسانیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، اس نے جناب محمد (ﷺ) کی برتری اور اسلام کی انسانیت وتہذیب پر عنایت کا اعتراف کس انداز میں کیا ہے، آیئے دیکھیں مائیکل اپنی کتاب میں کیا لکھتا ہے؟

''یقیناً محمد (ﷺ) تاریخ میں وہ تنہا انسان ہیں جو دینی ودنیاوی میدان میں کلی اور مطلق طور پر کامیاب ہوئے۔ محمد ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، کیونکہ یہ سب سے اونچا دین ہے، محمد (ﷺ) ایسے سیاسی وعسکری اور دینی

قائد قرار پائے کہ آج آپ کی وفات پر صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کا اثر تازہ ہے، آپ اپنی دعوت پر ایمان رکھنے والوں کو ساتھ ملا کر ایسی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ حدود ہندوستان سے لے کر بحر اٹلس تک پھیلی ہوئی تھی، اور یہ سلطنت آج کی تاریخ تک قائم ہونے والی سلطنتوں میں سب سے بڑی سلطنت تھی۔ آپ کے ماننے والے جہاں بھی گئے وہاں اسلام پھیلا۔ یہ صرف اور صرف آپ کی ذمہ داری تھی کہ قواعدِ اسلام یا اجتماعی زندگی سے متعلق اصول شریعت اور معاملات سے متعلق ضابطوں کو لوگوں کی دینی زندگی میں نافذ کرتے، کیونکہ قرآن پاک صرف اور صرف آپ ﷺ پر ہی نازل ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے لیے ان کی دنیا وآخرت کے تمام مسائل کا حل موجود تھا۔''

۱۵۔ ڈاکٹر گرینیہ

یہ اپنے اسلام قبول کرنے کا ذکر بڑے سعادت مندانہ انداز میں کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میں نے علوم طب، صحت اور طبیعیات سے متعلق قرآن پاک کی آیات کو پڑھا اور تحقیق کی، پھر میں نے ان کا یونیورسٹی میں طب وصحت اور طبیعیات سے متعلق حاصل کی ہوئی معلومات سے موازنہ کیا، جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ قرآن پاک کی آیات مکمل طور پر ان پر منطبق ہوتی ہیں اور میں اسلام لے آیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) واضح حق لے کر تشریف لائے، جس کو ہم ایک ہزار سال بعد جان رہے ہیں۔ اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ماہر فن وعلم اس فن وعلم کے متعلق قرآنی آیات اور جدید معلومات کا موازنہ کرے، جیسا کہ میں نے کیا تو وہ اسلام قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جس طرح کہ میں کر چکا ہوں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ کوئی عناد اور دلی مرض کی وجہ سے اسلام قبول نہ کرے۔''

۱۶۔ رینیہ گینو:

جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود اپنا نام عبدالواحد یحییٰ رکھا، وہ کہتا ہے:

''میں نے چاہا کہ مجھے کوئی مقدس الٰہی نص مل جائے جو باطل کی آمیزش سے صاف ہو لیکن جستجو اور انتھک وطویل تحقیق کے بعد قرآن پاک کے سوا کچھ نہ مل سکا، صرف اور صرف یہی کتاب ہے جس نے مجھے قائل کیا، اور میرے دل میں موجود اضطراب کو ختم کیا۔ اور پیغمبرِ اسلام ہی وہ رسول ﷺ ہیں جن کو میں نے پسند کیا اور ان کے علم تلے چلنے میں اپنی سعادت سمجھی۔ آپ ﷺ کے فرمودات واعمال نے مجھے نفسیاتی سعادت اور روحانی سکون بخشا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو انسانیت مادیت وبے دینی، اخلاقی انحطاط اور روحانی تباہی کے سمندروں میں غرق ہو جاتی۔''

اسلامی ثقافت کے یورپ پر اثرات کے حوالہ سے کہتا ہے:

''اسلامی ثقافت اور علوم ہدایات ونور کا سرچشمہ ہیں، اگر مسلمان فلاسفر اور علما نہ ہوتے تو آج یورپین جہالت وظلمت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوتے۔''

۱۷۔ الفونس ڈینیا:

یہ ایک عالمی آرٹسٹ تھا جو طویل عرصہ غور وفکر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے خود اپنا نام ناصر الدین رکھا۔ یہ شخص واقعتاً اللہ کے دین کا مددگار ثابت ہوا، اسلام کے متعلق مستشرق مفکرین نے جو غلط افکار ومفاہیم پھیلا رکھے تھے، اس نے ان کی تصحیح میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پھر اس نے رسالتمآب ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کو جنگ عظیم میں مرنے والوں کی ارواح کے نام منسوب کیا، اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

''محمدی عقیدہ غور وفکر پر پہرے نہیں بٹھاتا، لہٰذا یہ عین ممکن ہے کہ ایک انسان بیک وقت صحیح مسلمان بھی ہو اور حریت فکر کا علمبردار بھی۔''

وہ ایک جگہ لکھتا ہے:

''دین اسلام میں اللہ تعالیٰ نے انسانی یا کوئی اور شکل اختیار نہیں کی جبکہ ''یہوداہ'' جو یہود کا اللہ ہے وہ اس کو طہارت کے لیے اس کی تصویر بنا کر ردی اور گندے مقامات پر رکھتے ہیں، اس طرح ہم انجیل کے نسخوں میں اللہ تعالیٰ کی شبیہ دیکھتے ہیں، لیکن اسلام کا الٰہ تو اس بارے میں قرآن پاک اور جناب رسول اکرم (ﷺ) نے صاف بتایا ہے، کسی مصور یا سنگ تراش نے آج تک یہ جرات نہیں کی کہ اپنے قلم کی نوک کو حرکت دے یا چھینی سے اس کو تراش سکے! یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ معین صورت ہے، نہ متعین حدود، اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ ہی اس جیسا کوئی اور ہے۔ بلکہ وہ تنہا و یکتا اور بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔''

۱۸۔ ٹولسٹ دی:

یہ ایک مشہور روسی ادیب ہے جسے یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کے دشمن اسلام اور صاحبِ اسلام محمد (ﷺ) کی طرف اپنے زہریلے تیروں کا رخ کریں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''بلاشبہ یہ نبی ان عظیم مصلح انسانوں میں سے ایک ہے، جنھوں نے انسانیت کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں، آپ کے لیے یہی اعزاز کافی ہے کہ آپ نے اپنی ساری امت کو نورِ حق سے منور کیا اور اس کو ایسی راہ پر گامزن کیا، جس پر چل کر وہ سلامتی کی علمبردار بنے اور خونریزی سے بچے۔ نیز آپ کے لیے یہ بھی اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے ترقی وتقدم کا راستہ کھول دیا جو کہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جو فقط وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جسے انسانی بساط سے ماوراء قوت ودانائی اور علم عطا کیا گیا ہو، لہٰذا آپ تعریف واحترام اور عظمت کے حق دار ہیں۔''

۱۹۔ مہاتما گاندھی:

ہندوؤں کے مہاتما گاندھی نے لکھا ہے:

''مغربی دنیا اندھیرے میں تھی کہ ایک روشن ستارہ (سراج منیر) افق مشرق سے چمکا اور اس نے بے قرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا، سیرت النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدے میں مزید پختگی اور استحکام آ گیا کہ اس نے تلوار کے بل پر کائنات پر رسوخ حاصل نہیں کیا، بلکہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی انتہائی بے نفسی، عہد ومواثیق کا انتہائی احترام اور اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی، جرأت، بے خوفی، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان، اور بھروسہ اور اپنے مقصد ونصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص ہر رکاوٹ اور ہر مشکل کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہا کر لے گئے۔''

۲۰۔ دلورام کوثری:

ہندوستان کے معروف شاعر نے کیا خوب لکھا:

محمد مصطفیٰ افضل ہیں یوں سارے رسولوں میں
کہ ہے جیسے گلاب افضل زمانے بھر کے پھولوں میں

۲۱۔ ہری چند اختر:

ہندو شاعر ہری چند اختر لکھتا ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ
ہماری بزمِ خیال میں نہ نگاہ آئینہ ساز میں [1]

[1] ماخوذ از اُردو ڈائجسٹ، رحمۃ للعالمین نمبر، جلد دوم، ص: ۳۲۶۔ ۳۴۰.

باب نمبر۲:

اسلام کا نظام امن و سلامتی

لفظ اسلام ''سَلِمَ یَسْلَمُ سَلَامًا وَّ سَلَامَةً '' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی امن و سلامتی اور خیر و عافیت کے ہیں۔ اسلام اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے سراسر امن ہے۔ چنانچہ ابومنصور الازہری بیان کرتے ہیں کہ ابواسحاق الزجاج نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ (الانعام: ٥٤) ''پس آپ فرما دیجیے کہ تم پر سلامتی ہو، تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر لی ہے۔'' کی تفسیر میں فرمایا کہ انہوں نے محمد بن یزید کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ لغتِ عرب میں سلام کے چار معانی ہیں: ان میں سے ایک یہ کہ سلام، سَلِمْتُ سے مصدر ہے، دوسرا یہ کہ سلامۃ کی جمع ہے، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم مبارک ہے اور چوتھا یہ کہ یہ ایک ایسے درخت کا نام ہے جو سدا بہار شجر سایہ دار ہے۔ زجاج نے کہا: وہ سلام جو سَلَّمْتُ کا مصدر ہے، اس کا معنی انسان کے لیے دعا ہے کہ وہ اپنے دین اور اپنی جان میں آفات سے سلامت رہے اور اس کی تاویل تمام آفات و بلیات سے نجات اور چھٹکارا پانا ہے۔ [1]

امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں: ''اَلسَّلْمُ'' اور ''اَلسَّلَامَةُ'' کا معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝﴾ (الشعراء: ٨٩)

''مگر وہی شخص (نفع مند ہوگا) جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا۔''

---

[1] تهذيب اللغة للازهري: ٤/٢٩٢.

یعنی ایسا دل جو ظلم وفساد سے خالی ہو۔

یعنی اسلام اپنے لفظ، معنی اور عنوان کے لحاظ سے کلیتاً امن وسلامتی، خیر و عافیت اور حفظ وامان کا نام ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام فساد و ہلاکت سے نہ صرف محفوظ و مامون ہونے بلکہ ہر کسی کو محفوظ و مامون رکھنے کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام اور صاحبِ اسلام کی تعلیم کا ہر پہلو بھلائی، خیریت، آبادی، ترقی اور امن وسلامتی کی ترغیب اور ضمانت دیتا ہے۔

اسلام دین امن وسلامتی:

سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) ❶

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ و مامون رہیں۔''

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) ❷

''میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (بہترین اسلام اس شخص کا ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ روایت کرتے ہیں:

((اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَيُّ الْإِسْلَامِ اَفْضَلُ؟ قَالَ ﷺ:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۰.

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۱۔ صحیح مسلم، کتال الایمان، رقم: ٦٢.

مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) ❶

''ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔''

امام طبرانی سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: ((اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ، یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟)) ''یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سے کون لوگ بہترین ہیں؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) ''(وہ مسلمان بہترین ہے) جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔'' ❷

ان دونوں روایات میں رسولِ کریم ﷺ نے عام حکم ارشاد فرمایا کہ وہ مسلمان بہترین ہے، اس شخص کا اسلام سب سے بہتر ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام لوگ محفوظ رہیں۔ جس طرح رسول کریم علیہ السلام کی رسالت عالمگیر ہے اسی طرح آپ کا یہ فرمان بھی عالمگیر ہے۔

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) ❸

''سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

اسلام صرف اور صرف اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو محض اپنی عبادت کے لیے تخلیق کیا، ورنہ اسے ان کے پیدا

---

❶ مسند احمد: ۱۸۷/۲، رقم: ٦٧٥٣.

❷ المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۸۷/۳، رقم: ۳۱۷۰.

❸ مستدرك حاكم: ۵٤/۱، رقم: ۲۳۔ صحيح ابن حبان: ٤٢٦/۱، رقم: ۱۹۷۔ حاکم اور ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات : ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

قاضی شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اوپر کی آیت میں نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم پڑھ کر نصیحت کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی تائید میں یہ بات کہی گئی ہے، یعنی چونکہ انسانوں کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت کرنا ہے، اس لیے بہر حال انہیں نصیحت کرتے رہیے، اور ان کی تخلیق کا یہ مقصد مشرکین مکہ سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ آپ کی نصیحت قبول کریں۔ ❶

سورہ نساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء : ٣٦)

''اور اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، اس لیے کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنی مخلوقات میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتا، اور نتیجہ یہ ہوتا کہ نظام عالم کو سنبھالنے میں ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوتا، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے، پورے عالم کا نظام غایت درجہ منظم ہے، اور ہر چیز ایک دوسرے سے ایک خاص نظام کے مطابق جڑی ہوئی ہے۔ نیز اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا، اور فساد ہو جاتا۔

﴿مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ﴾ (المومنون : ٩١)

''اللہ نے اپنی کوئی اولاد نہیں بنائی ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوقات کو لے کر الگ ہو جاتا، اور ان میں سے ہر ایک دوسرے

❶ فتح القدیر، تحت الآیة.

پر چڑھ بیٹھتا، اللہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے جنہیں لوگ اس کی
طرف منسوب کرتے ہیں۔''

یعنی ایک اللہ کے سوا چند معبودوں کا ہونا عقلی طور پر محال ہے، اگر ایسا ہوتا تو آسمان و زمین کا پورا نظام مختل ہو جاتا۔ ہر معبود اپنی مرضی چلانا چاہتا، نتیجہ یہ نکلتا کہ ان کے آپس میں اختلاف واقع ہو جاتا اور پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ سورہ انبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ (الانبیاء: ٢٢)

''اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے، تو دونوں تباہ ہو جاتے، پس عرش والا اللہ ان تمام نقائص سے پاک ہے جنہیں وہ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔''

پس قیامِ امن کے لیے ضروری ہے کہ واحد معبودِ برحق، اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کی جائے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے رسولِ کریم ﷺ کی زبانِ اقدس پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

(الکہف: ١١٠)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔''

معبودِ واحد اپنے پرستاروں سے محبت کرتا ہے:

مخلوقات خالقِ حقیقی کا کنبہ ہیں، جو اس کے قبیلہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ﴾ (البروج: ١٤)

''اور وہ بڑا معاف کرنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔''

اور رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ ، فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهِ)) [1]

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، لہٰذا جو اس کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا، وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے۔''

معبودِ واحد تمام مخلوقات پر اپنا فضل فرماتا ہے تو وہ امن میں رہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم کہ اس نے اپنا فضل فرمایا تاکہ اہل خیر کا غلبہ ہو اور اس کا دین سرزمین پر جاری وساری ہو اور زمین میں فساد نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ﴾ (البقرة: ٢٥١)

''اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ نہ روکتا، تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔''

اور سورہ یونس میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ﴾

(یونس: ٦٠)

''بے شک اللہ لوگوں پر فضل وکرم کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے ہیں۔''

اللہ رحمٰن ہے، مخلوقات پر رحمتیں برساتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

[1] حلية الاولياء: ٤/٢٣٧۔ مجمع الزوائد: ٨/١٩١.

﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ﴾

(الانعام: ۱۲)

''آپ پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا ہے، اس نے رحمت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔''

اسی صفت رحمت کا تقاضا تھا کہ اللہ نے انسانوں کو فطرتِ سلیمہ دی، اپنی معرفت وتوحید کی طرف ان کی راہنمائی کی، انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔''

اُس کی وسیع رحمت تو ہر نیک و بد اور تمام مخلوقات کے لیے عام ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل چیز عذاب وغضب نہیں، بلکہ رحمت ہے۔ اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حاملین عرش فرشتوں کی زبانی ارشاد فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ (المومن: ۷)

''اے ہمارے رب! تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ذریعہ ہر چیز کو محیط ہے۔''

امام احمد، مسلم اور ابو داود نے سیّدنا جندب البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں، اس میں سے صرف ایک حصہ رحمت کے ذریعہ اس کی تمام مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، اور وحشی جانور اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، اور ننانوے حصہائے رحمت قیامت کے دن کے لیے مؤخر کردیئے گئے ہیں۔ ❶

سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ)) ❷

---

❶ مسند احمد: ۳۱۲/۴۔ سنن ابو داود، کتاب الادب، رقم: ۴۸۸۵۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة، رقم: ۲۷۵۳/۲۰.

❷ صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم: ۷۳۷۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۳۰.

''اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا جو لوگوں کے ساتھ معاملہ رحمت نہیں کرتا۔''

اور جو شخص لوگوں کے ساتھ معاملۂ رحمت نہیں کرتا وہ کم بخت انسان ہوتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

((لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ)) ❶

''بدبخت انسان سے مادۂ رحمت ختم کر دیا جاتا ہے۔''

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قُدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْيٍ ، فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعٰى اِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ فَاَخَذَتْهُ ، فَاَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَاَرْضَعَتْهُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَتَرَوْنَ هٰذِهِ الْمَرْاَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا: لَا وَاللّٰهِ ، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَا تَطْرَحَهٗ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ بِوَلَدِهَا)) ❷

''نبی کریم علیہ السلام کے پاس کچھ قیدی لائے گئے قیدیوں میں ایک عورت دیوانہ وار بھاگ رہی تھی جب اس نے قیدیوں میں اپنا بچہ دیکھا تو اس کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور دودھ پلانے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے کیا یہ عورت اپنے بیٹے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟'' ہم نے کہا کہ وہ ہرگز نہیں پھینکے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل اپنے بندوں پر اس عورت کے اپنے بچے کے ساتھ رحم کرنے سے زیادہ رحیم ہے۔''

---

❶ سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، رقم: ١٩٢٣۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❷ معجم صغیر للطبرانی، رقم: ٦٦٥۔ صحیح بخاری، رقم: ٥٩٩٩.

اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ مشرکین کے ساتھ بھی، اسی لیے حرمتوں کو پامال کرنے اور حدود اللہ کو پھلانگنے سے منع فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ (البقرة: ۱۸۷)

''یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔''

سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَعْتَدُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (المائدة: ۸۷)

''اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

سیّدنا ابن عباس اور قتادہ وغیرہما رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ۶ ھ میں مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ پہنچے، تو مشرکین مکہ نے راستہ روک دیا، اور کعبہ تک نہیں پہنچنے دیا، یہ حادثہ ماہ ذی القعدہ میں وقوع پذیر ہوا جو ماہِ حرام ہے۔ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق جسے امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا پیامبر بنا کر مشرکینِ مکہ کے پاس بھیجا، کسی طرح یہ جھوٹی خبر اڑ گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، خبر کا پھیلنا تھا کہ مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشرکین مکہ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے بیعت لی، جسے تاریخ اسلام ''بیعۃ الرضوان'' کے نام سے جانتی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے ساتھ صلح کر لی، اس شرط پر کہ آئندہ سال اسی مہینہ میں عمرہ کریں گے۔ چنانچہ معاہدہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دوسرے سال ماہِ ذی القعدہ میں عمرہ کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرة : ۱۹۴)

''حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے میں ہے اور حرمتیں ایک دوسرے کا بدلہ ہوتی ہیں، پس جو تم پر زیادتی کرے، تم اس پر زیادتی کرو اتنا ہی جتنا تم پر زیادتی کی، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔''

یعنی کہ ماہِ حرام کی رعایت ان کے ساتھ واجب ہے، جو ماہِ حرام کی رعایت کریں، اور جو اس ماہ کی حرمت کا خیال نہیں کرے گا اس کے ساتھ ماہِ حرام کی حرمت کا خیال نہیں رکھا جائے گا۔ اس لیے کہ حرمتوں کا لحاظ ان کے ساتھ ہوگا جو پہلے خود لحاظ کریں گے، چاہے وہ ماہِ حرام ہو، بلد حرام ہو، احرام ہو یا اور کوئی شے جس کی حرمت کا پاس رکھنے کا اسلام نے حکم دیا ہے اور جو کوئی ان حرمتوں کو پامال کرے گا تو ان سے بدلہ لیا جائے گا۔ اگر کوئی ماہِ حرام میں جنگ پر آمادہ ہوگا تو اس سے جنگ کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ظلم وستم کو پسند نہیں فرماتا:

اللہ تعالیٰ عدل ہے، عدل وانصاف کو پسند کرتا ہے، ظلم وجور کو ناپسند کرتا ہے کیونکہ ظلم نظامِ امن کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (آل عمران : ۵۷)

''اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہے۔''

دنیا میں ظلم کرنے کی وجہ سے ظالموں پر روزِ قیامت عذاب واجب ہوگا، اب کوئی تمنا انہیں کام نہیں دے گی، اور وہ سب یعنی ظالم اور ان کے شیاطین دوست عذاب جہنم میں برابر شریک ہوں گے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

(الزخرف : ۳۹)

''اور (اللہ یا فرشتے کہیں گے) چونکہ تم نے دنیا میں ظلم کیا تھا، اس لیے آج

تمہاری یہ بات تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی، تم سب عذاب میں شریک ہو۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا اَوِ انْتَقَصَهُ اَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ ، اَوْ اَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسِهِ فَاَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❶

’’خبردار! جس کسی نے کسی عہد والے (ذمی) پر ظلم کیا یا اس کی تنقیص کی (یعنی اس کے حق میں کمی کی) یا اس کی ہمت سے بڑھ کر اسے کسی بات کا مکلّف کیا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔‘‘

اس حدیث پاک کی روشنی میں عیاں ہے کہ کافر کا کافر ہونا اپنی جگہ پر، مگر انسانی حقوق میں رسول کریم ﷺ مظلوم کی طرف ہوں گے اور اس کو اس کا حق دلوائیں گے۔ کسی کا مسلمان ہو جانا اسے کسی کافر کے انسانی حقوق غصب کرنے یا اس پر ظلم کرنے کی کسی صورت بھی اجازت نہیں دیتا۔ حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَ جَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا)) ❷

’’اے میرے بندو! بے شک میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے، اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔‘‘

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ وَ لَا يُسْلِمُهُ ، مَنْ كَانَ فِيْ

---

❶ سنن ابو داود، کتاب الخراج، رقم: ۳۰۵۲۔ محدث البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، رقم: ٦٥٧٢.

حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ ، وَ مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [1]

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔ جو شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی (دنیوی) مشکل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

اللہ تعالیٰ فتنہ پرور اور فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا:

اللہ عزوجل امن وسلامتی کو پسند کرتا ہے، فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝﴾

(البقرة: ٦٠)

''اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور پیو، اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝﴾ (البقرة: ٢٠٤، ٢٠٥)

''اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے جس کی بات دنیاوی زندگی میں آپ کو پسند آئے گی، اور اللہ کو اپنے دل کی صداقت پر گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ بدترین جھگڑالو ہوتا

[1] صحيح بخاری، كتاب المظالم، رقم: ٢٣١٠.

ہے، اور جب آپ کے پاس سے لوٹتا ہے تو وہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے، اور کھیتوں اور مویشیوں کو ہلاک کرتا ہے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔''

آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے مگر مشہور قاعدہ۔ ((اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ)) ''قرآن وسنت سے استفادہ کے لیے عمومِ لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، خصوص سبب کا نہیں۔'' کے مطابق یہ آیت ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو اسلام کو عقیدہ اور منہج حیات کی حیثیت سے قبول نہیں کرتا، لیکن دنیوی مصالح کی خاطر اعلان کرتا پھرتا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہے۔

آیات کا مفہوم یہ ہے کہ کچھ ایسے منافقین ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں، اور اللہ کو اپنے قول وفعل کی صداقت پر گواہ بناتے ہیں، حالانکہ وہ باطل کو حق دکھانے کے لیے بدترین جھگڑالو ہوتے ہیں۔ یعنی جب مسلمانوں کے پاس سے غیر مسلموں کے پاس جاتے ہیں تب ان کی خباثت ظاہر ہوتی ہے اور اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شبہے پیدا کرتے ہیں، کفر کی تقویت کے لیے سازشیں کرتے ہیں اور مسلمانوں کی ہر قسم کی بربادی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ کھیتی اور مویشی کے ہلاک کرنے کا یہی مفہوم ہے۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور کی جانب روانگی سے قبل بنی اسرائیل کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنے بھائی سیّدنا ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور انہیں ان کے ساتھ ہمدردی اور اصلاح واخلاص کی نصیحت کی، اور اہل فساد ومعاصی کی اتباع کرنے سے منع کیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (الاعراف : ۱۴۲)

''اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا، آپ میری قوم میں میری نیابت کیجیے اور ان کی اصلاح کرتے رہیے اور فساد پھیلانے والوں کی راہ پر نہ چلیے۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات شدت احتیاط کی وجہ سے کہی تھی، ورنہ سیّدنا ہارون علیہ السلام خود اللہ کے نبی تھے، ان سے فساد برپا کرنے کی توقع کیسے ہوسکتی تھی؟

کفارِ قریش نے فساد فی الارض کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اہل اسلام کے ساتھ ظلم کو روا رکھا، انہیں عذاب میں مبتلا کیا، وطن سے نکالا، مال و جائداد پر قبضہ کرلیا، انہیں آزمائشوں میں مبتلا کیا، اور انہیں ان کے دین سے نکال دینا چاہا۔ یہ جرائم اور فسادات قتل سے کہیں بڑھ کر تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ: ۱۹۱)

''اور فتنہ برپا کرنا تو قتل سے زیادہ نقصان دہ ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرۃ: ۲۱۷)

''اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

دینِ اسلام میں کوئی جبر نہیں:

دینِ اسلام نرمی کا دین ہے اس میں جبر و اکراہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرۃ: ۲۵۶)

''دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔''

یہ آیت کریمہ دینِ اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ دینِ اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین واضح ہیں۔ اس لیے ضرورت نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے، اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی، اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی، اور اس کی آنکھ اور کان پر مہر لگا دی، اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

تاریخ شاہد عدل ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی کوئی شہر یا علاقہ فتح کیا تو وہاں کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں، اور اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔ دوسری قرآنی آیات کی تعلیم سے معلوم پڑتا ہے کہ لڑائی کی غرض و غایت یہ تھی کہ اسلامی حکومت کو دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ کر دیا جائے، اللہ کا دین غالب ہو، اور شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ ہو، اور اگر کسی دشمن کی طرف سے کوئی خطرہ ہو تو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع میں پیش قدمی کی جائے، یعنی اسلام نے ہمیشہ دفاع کا حکم دیا اقدام کا نہیں۔

اس طرح مرتد کا قتل بھی اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شخص اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوا تھا، اسلام میں داخل ہونے پر کسی نے اسے مجبور نہیں کیا تھا، لہٰذا وہ قتل کیا جائے گا۔ اگر کوئی چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر زنا کرے گا اور شادی شدہ ہوگا تو اسے رجم کر دیا جائے گا، تاکہ مسلم معاشرہ کو اس کی اور اس جیسوں کی انارکیوں اور شر و فساد سے بچایا جائے، اسی طرح حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی شخص دوبارہ کفر کو قبول کرے تو اسے قتل کر دے، تاکہ مسلم سوسائٹی کو مذہبی انتشار سے بچایا جائے۔ قرآنی آیات ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ (الکافرون: ٦) ''تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔'' اور ﴿فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّن دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾ (الزمر: ١٥) ''آپ کہہ دیجیے کہ بلاشبہ گھاٹا پانے والے تو وہ ہیں جو روزِ قیامت اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالیں گے، آگاہ رہیے کہ وہی کھلا نقصان وخسران ہوگا۔'' میں یہی بات بیان ہوئی ہے کہ کفار کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں اور اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔

مومن کی عزت وحرمت کعبۃ اللہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے:

سیاسی، فکری یا اعتقادی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرنے والوں کو

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مومن کے جسم و جان اور عزت و آبرو کی بہت اہمیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کی حرمت کو کعبۃ اللہ کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ، وَ يَقُوْلُ: مَا اَطْيَبَكِ وَ اَطْيَبَ رِيْحَكِ، مَا اَعْظَمَكِ وَ اَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهٖ وَ دَمِهٖ، وَ اَنْ نَظُنَّ بِهٖ اِلَّا خَيْرًا)) [1]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں حسن ظن ہی رکھنا چاہیے۔''

مسلمان کی طرف ہتھیار سے محض اشارہ کرنا بھی ممنوع ہے:

اہل اسلام کو قتل کرنا تو بہت بڑا اقدام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل اسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے محض اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون قرار دیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسَّلَاحِ، فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَحَدُكُمْ

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، رقم: ٣٩٣٢ـ مسند الشاميين: ٣٩٦/٢، رقم: ١٥٩٨ـ سلسلة الصحيحة، رقم: ٥٣٠٩.

لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتل ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''

یہی مضمون ایک اور حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

((مَنْ اَشَارَ اِلٰی اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰی يَدَعَهُ، وَ اِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَ اُمِّهِ)) [2]

''جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی (ہی کیوں نہ) ہو۔''

کلمہ گو کا قتل بہت بڑا جرم ہے:

امام مسلم رحمہ اللہ نے حدیث بایں الفاظ روایت کی ہے:

((فَدَعَاهُ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ: لِمَ قَتَلْتَهُ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ، وَ قَتَلَ فُلَانًا وَ فُلَانًا، وَ سَمّٰی لَهُ نَفَرًا. وَ اِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَاَى السَّيْفَ، قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِسْتَغْفِرْ لِيْ. قَالَ: وَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُهُ عَلٰی اَنْ يَقُوْلَ: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا

[1] صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۲۶۱۷۔ مستدرك حاكم: ۳/۵۸۷، رقم: ۶۱۷۶.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر و الصلۃ، رقم: ۲۶۱۶۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۶۲.

جَاءَ تْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟))❶

"نبی اکرم ﷺ نے سیّدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا: تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو تکلیف دی۔ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر بتایا کہ اس نے فلاں فلاں کو شہید کیا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کیا جب اس نے تلوار دیکھی تو فوراً کہا: لَا اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰــهُ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے قتل کر دیا؟ عرض کیا: جی حضور! فرمایا جب روز قیامت لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: جب روزِ قیامت لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ مسلسل یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب قیامت کے دن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟"

دہشت گردوں کی معاونت بھی منع ہے:

دہشت گردوں کو معاشرے میں سے افرادی، مالی اور اخلاقی قوت کے حصول سے محروم کرنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کی ہر قسم کی مدد و اعانت سے کلیتاً منع فرمایا ہے۔ فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے:

((مَنْ اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ ، لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ .))❷

"جس شخص نے چند کلمات کے ذریعہ بھی کسی مومن کے قتل میں کسی کی مدد کی تو وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا:

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم قتل الکافر بعد ان قال: لا اله الا الله، رقم: ٩٤ – ٩٧.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الدیات، رقم: ٢٦٢٠.

((آیِسٌ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ)) ''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس شخص۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک شخص کسی شخص کو پکڑتا ہے اور دوسرا اسے قتل کرتا ہے تو قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ [1]

''اور پکڑنے والے کو کب تک جیل میں رکھا جائے گا اس کا تعین حاکم وقت کرے گا۔'' [2]

مساجد میں دہشت گردی کرنے والے سب سے بڑے ظالم:

اسلام اپنے ماننے والوں کو نہ صرف امن و آشتی، صبر و تحمل اور برداشت اور بقاء کی تعلیم دیتا ہے۔ اعتقادی، فکری یا سیاسی اختلافات کی بنیاد پر مخالفین کی جان و مال یا مقدس مقامات پر حملے کرنا نہ صرف غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی فعل بھی ہے۔ خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے اللہ کے گھروں کا تقدس پامال کرنے والے اور وہاں لوگوں کی قیمتی جانیں تلف کرنے والے ہرگز نہ تو مومن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہدایت یافتہ۔ مسجدوں میں خوف و ہراس کے ذریعے اللہ کے ذکر سے روکنے اور انہیں اپنی دہشت گردانہ کارروائیوں کے ذریعے ویران کرنے والوں کو قرآن نے نہ صرف سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے، بلکہ انہیں دنیا و آخرت میں ذلت آمیز عذاب کی وعید بھی سنائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (البقرة: ١١٤)

''اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے

[1] سنن دارقطنی: ۳/ ۱٤۰، رقم: ۱۷٦.

[2] تنقیح الرواۃ: ۳/ ۷۵.

دنیا میں (بھی) ذلت ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا ہے کہ اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مساجد اور عبادت گاہوں کو آباد کرنے کی بجائے ان پر حملہ کرنے والے نہ تو یوم حساب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ مومن ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝﴾ (التوبة : ١٨)

"اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے۔"

ایک مومن کا قتل پوری دنیا کی تباہی سے بھی بڑا گناہ ہے:

نبی اکرم ﷺ نے ایک مومن کے قتل کو بھی پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بھی بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ .)) [1]

"سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان شخص کے قتل سے پوری دنیا کا ناپید (اور تباہ) ہو جانا ہلکا (واقعہ) ہے۔"

((عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

[1] سنن ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فی تشدید قتل المومن، رقم: ١٣٩٥۔ سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، رقم: ٣٩٨٧۔ سنن ابن ماجه، کتاب الدیات، باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما، رقم: ٢٦١٩۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا .)) ❶

''سیّدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کو قتل کرنا اللہ کے نزدیک تمام دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا ہے۔''

ایک روایت میں کسی بھی شخص کے قتلِ ناحق کو دنیا کے مٹ جانے سے بڑا حادثہ قرار دیا گیا ہے:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا جَمِيْعًا اَهْوَنُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سَفْكِ دَمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ .)) ❷

''سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک پوری کائنات کا ختم ہو جانا بھی کسی شخص کے قتلِ ناحق سے ہلکا ہے۔''

انسانی جان کا قتل بہت بڑا گناہ بلکہ کفر ہے:

اسلام میں انسانی جان کا قتل حرام ہے، بلکہ پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ﴾ (المائدة : ٣٢)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے بارے میں یہ حکم جاری کر دیا کہ جو شخص کسی آدمی کو بغیر کسی مقتول کے بدلے، یا زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔''

کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے، اور اس کی وجہ سے شر و فساد کا جو

---

❶ سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، رقم: ٣٩٨٨-٣٩٩٠۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

❷ شعب الایمان للبیهقی: ٤/٣٤٥، رقم: ٥٣٤٤.

خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، اس کا بند کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے گا، یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو گویا وہ تمام بنی نوعِ انسان کے قتل کا مرتکب ہوگا، اور جو عفو و درگزر یا کسی اور طریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا، تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔

ابن جریر نے روایت کی ہے، حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا اس آیت میں موجود حکم بنی اسرائیل کی طرح ہمارے لیے بھی ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ان کے خون کو کس چیز نے ہمارے خون سے زیادہ قیمتی بنا دیا؟ [1]

علامہ ابو حفص الحنبلی اپنی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب (۳۰۱/۷) میں اللہ تعالیٰ کے فرمان فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا کی تفسیر میں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتے ہوئے مختلف ائمہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((قَالَ مُجَاهِدٌ: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُحَرَّمَةً يَصْلَى النَّارَ بِقَتْلِهَا، كَمَا يَصْلَاهَا لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا))

''حضرت مجاہد نے فرمایا: جس شخص نے ایک جان کو بھی ناحق قتل کیا تو وہ اس قتل کے سبب دوزخ میں جائے گا، جیسا کہ وہ تب دوزخ میں جاتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا (یعنی اس کا عذابِ دوزخ ایسا ہوگا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو)۔''

((قَالَ قَتَادَةُ: أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَهَا وَ عَظَّمَ وِزْرَهَا، مَعْنَاهُ: مَنِ اسْتَحَلَّ قَتْلَ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا))

''حضرت قتادہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا بڑھا دی ہے اور اس کا بوجھ عظیم کر دیا ہے یعنی جو شخص ناحق کسی مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتا ہے گویا وہ تمام

[1] تفسیر طبری، تحت الآیۃ.

لوگوں کو قتل کرتا ہے۔''

((وَ قَالَ الْحَسَنُ: ﴿فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾، يَعْنِيْ: اِنَّهٗ يَجِبُ عَلَيْهِ مِنَ الْقِصَاصِ بِقَتْلِهَا، مِثْلُ الَّذِيْ يَجِبُ عَلَيْهِ لَوْ قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾))

((وَ قَوْلُهٗ: ﴿يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ﴾، اَىْ: يُحَارِبُوْنَ اَوْلِيَاءَهٗ كَذَا قَدَّرَهُ الْجُمْهُوْرُ.))

''حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے ﴿فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾، کی تفسیر میں فرمایا کہ (جس نے ناحق ایک جان کو قتل کیا) اس پر اس کے قتل کا قصاص واجب ہوگا، اس شخص کی مثل جس پر تمام انسانیت کو قتل کرنے کا قصاص واجب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیئے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔ مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''

''اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ﴾ سے مراد ہے: يُحَارِبُوْنَ اَوْلِيَاءَهٗ (وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے جنگ کرتے ہیں)۔ یہی معنی جمہور نے بیان کیا ہے۔''

اعمش وغیرہ نے ابو صالح سے انہوں نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ میں سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس دن حاضر ہوا جب آپ کو اپنے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا تو میں نے عرض کی امیر المومنین میں آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ

نے ارشاد فرمایا: ابوہریرہ! کیا آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تمام لوگوں کو پھر ان کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دیں؟ میں نے عرض کی جی نہیں۔ فرمایا: اگر آپ نے ایک آدمی کو بھی قتل کیا تو گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ لہٰذا آپ چلے جائیں میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر وثواب دے گا اور آپ کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی یہ بات سن کر واپس آ گیا اور میں نے کسی سے کوئی لڑائی نہیں کی۔ ❶

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝﴾ (النساء: ۲۹-۳۰)

''اور تم اپنے آپ کو (یا ایک دوسرے کو) قتل نہ کرو، اللہ تم پر بڑا رحم کرنے والا ہے اور جو شخص ظلم وعدوان کے طور پر ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ کا مزہ چکھائیں گے، اور اللہ کے لیے یہ آسان بات ہے۔''

سورہ انعام میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۵۱)

''اور تم اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے، مگر یہ کہ کسی شرعی حق کی وجہ سے کسی کو قتل کرنا پڑے۔''

صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین قسم کے انسانوں کے: شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان اور اللہ کا دین چھوڑ کر جماعت سے جدا ہو جانے والا۔'' ❷

---

❶ الطبقات الکبری لابن سعد: ۳/۷۰۔ تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۰۷، طبع مکتبہ قدوسیہ۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الدیات، رقم: ۶۸۷۸۔ صحیح مسلم: کتاب القسامۃ و المحاربین، رقم: ۱۶۷۶۔

مسلمان کا قتل تو کجا، معاہد کے قتل کے بارے میں بھی ممانعت، زجر وتوبیخ اور وعید وارد ہوئی ہے، معاہد سے مراد وہ شخص ہے جو اہل حرب میں سے ہو مگر وہ مسلمانوں سے امن طلب کر لے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت کو بیان کیا ہے:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَّمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ، وَ اِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا)) ❶

''جس شخص نے معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، اور یقیناً اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت طے کرنے پر بھی محسوس کی جاتی ہے۔''

''سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

((مَـنْ قَتَـلَ مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهِ ، (فَقَدْ اَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللّٰـهِ) فَلَا يَـرِحْ رَائِـحَةَ الْجَنَّةِ ، وَ اِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا)) ❷

''جس شخص نے معاہد کو قتل کیا (جو اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں تھا) تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت طے کرنے پر بھی محسوس کی جاتی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ وَ كُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ)) ❸

''یہودی، عیسائی اور ہر معاہد کی دیت ایک مسلمان کی طرح کی دیت ہے۔''

((عَـنْ عَبْـدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ ، قَـالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجزیۃ، رقم: ۳۱۶۶۔

❷ سنن ترمذی، کتاب الدیات، رقم: ۱۴۰۳۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

❸ مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۹۷،۹۸۔

الَّـذِیْ نَـفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَتْلُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْیَا)) ❶

''سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ کے نزدیک ایک مومن کا قتل قیامت کے دن پوری دنیا کے تباہ ہونے سے بڑا ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے، گھروں سے نہ نکالیں گے، اور غلام نہ بنائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودِ مدینہ کو وہی عہد یاد دلایا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس عہد کا پاس نہ رکھا، ایک دوسرے کو قتل کیا اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیا:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرة: ٨٤-٨٥)

''اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور اپنے لوگوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو گے، تو تم نے اقرار کیا، اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو۔ پھر تمہارا یہ حال ہے کہ اپنے لوگوں کو قتل کرتے ہو، ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف گناہ اور ظلم کے طور پر ایک دوسرے کی

❶ معجم صغیر للطبرانی، ص: ٥٤٦۔ سنن ترمذی، رقم: ١٣٩٥۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

مدد کرتے ہو، اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی ہو کر آتے ہیں تو فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو، حالانکہ ان کو (ان کے گھروں سے) نکالنا ہی تمہارے اوپر حرام تھا۔ کیا تم لوگ اللہ کی کتاب کے بعض حصوں کو مانتے ہو، اور بعض کا انکار کرتے ہو، پس تم میں سے جو کوئی ایسا کرے گا، اس کا بدلہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو گی، اور قیامت کے دن شدید عذاب کی طرف ان کا رخ موڑ دیا جائے گا۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔"

اس کا پس منظر یہ ہے کہ اوس وخزرج والے عہد جاہلیت میں بت پرست تھے، اور آپس میں جنگ کرتے رہتے تھے۔ قبیلہ بنوقینقاع اور قبیلہ بنونضیر خزرج کے حلیف ہوتے تھے اور بنو قریظہ اوس کے۔ جب لڑائی چھڑتی تھی تو ہر فریق اپنے حلیف کا ساتھ دیتا تھا، اور یہود جہاں اپنے دشمنوں کو قتل کرتے تھے، اپنے حریف عربوں کے حلیف یہودیوں کو بھی قتل کرتے تھے، ان کے گھروں سے نکال دیتے تھے، اور تمام مال ومتاع لوٹ لیتے تھے، حالانکہ ایسا کرنا تورات میں ان پر حرام قرار دیا گیا تھا اور جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو تورات کے ایک حکم پر عمل کرتے ہوئے غالب فریق کے پاس سے یہودی قیدیوں کو چھڑا کر آزاد کر دیتے تھے۔

ان کے اسی مبغوض عمل کی وجہ سے اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں ذلت ورسوائی مسلط کر دی اور اپنے رسول کو ان کے خلاف ابھارا جس کے نتیجہ میں قتل، قید و بند اور جلا وطنی کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

بنی اسرائیل کی خباثتوں میں سے یہ بھی تھی کہ انہوں نے کفر وقتل کے ساتھ ساتھ قتلِ انبیاء جیسے جرم کا ارتکاب بھی کیا۔ ان کی ان تمام بداعمالیوں کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے ان پر ہمیشہ کے لیے ذلت ومسکنت مسلط کر دی، اس لیے وہ دنیا میں جب بھی رہے اور جس سرزمین پر بھی رہے، قوموں نے ان کو ذلیل کیا، اور وہ بذاتِ خود ہمیشہ ذلیل بن کر رہے۔ اگر ان کے پاس دولت بھی آئی تو اس پر ذلت ومسکنت کی چادر پڑی رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (البقرۃ: ٦١)

''اوران پر ذلت ومحتاجی مسلط کر دی گئی، اور اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے۔ یہ اس لیے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے، اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے، یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے، اور اس کے حدود سے تجاوز کرتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی اور سامان۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے، اسی کے ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا۔ ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور مظلوموں کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِى الدِّمَاءِ)) [2]

''حقوق العباد میں سے روز قیامت سب سے پہلے کسی کے ناجائز خون بہانے کے بارے سوال ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنا۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ (ان میں سے تین یہ ہیں) آپ ﷺ نے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، رقم: ٦٥٧٩

[2] صحیح بخاری، رقم: ٦٨٦٤۔ صحیح مسلم، رقم: ١٦٧٨/٢٨.

ارشاد فرمایا کہ (۱) شرک کرنا، (۲) جادو کرنا، (۳) جس کا قتل جائز نہ ہو اس کو ناحق قتل کرنا۔ ❶

مسلمان کا قتل کفریہ فعل ہے:

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَرْتَدُّوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) ❷

''تم میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کرنے کے سبب کفر کی طرف نہ لوٹ جانا۔''

گویا کلمہ گو مسلمانوں کا آپس میں قتل عام صریح کفریہ فعل ہے جسے ارتداد سے لفظی مماثلت دی گئی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی جان و مال کے تلف کرنے اور قتل و غارت گری کی خرابی و ممانعت سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ دِمَائَكُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ، أَلَا، هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ، فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) ❸

''بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم الحديث : ٣٦٢.

❷ صحيح بخارى، كتاب الفتن، رقم: ٦٦٦٨، معجم اوسط للطبرانى : ٢٦٩/٤، رقم: ٤١٦٦.

❸ صحيح بخارى، كتاب الحج، باب الخطبة ايام منى، رقم: ١٦٥٤ و كتاب العلم، باب قول النبى ﷺ: رب مبلغ اوعى من سامع، رقم: ٦٧ـ صحيح مسلم، كتاب القسامة و المحاربين و القصاص و الديات، باب تغليظ تحريم الدماء و الاعراض و الاموال، رقم: ١٦٧٩.

میں (مقرر کی گئی) ہے اس دن تک جب تم اپنے رب سے ملو گے۔ سنو! کیا میں نے تم تک (اپنے رب کا) پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا۔ اب چاہیے کہ (تم میں سے ہر) موجود شخص اسے غائب تک پہنچا دے کیونکہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جن تک بات پہنچائی جائے تو وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔ (اور سنو!) میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔''

اس حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے صراحتاً یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ جو لوگ آپس میں خون خرابہ کریں گے، فتنہ وفساد اور دہشت گردی کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلحہ اٹھائیں گے اور مسلمانوں کا خون بہائیں گے وہ مسلمان نہیں بلکہ کفر کے مرتکب ہیں۔

سیّدنا ابوسعید خدری اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مومن کے قاتل کی سزا جہنم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((لَوْ اَنَّ اَهْلَ السَّمَاءِ وَ اَهْلَ الْاَرْضِ اِشْتَرَكُوْا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ)) ❶

''اگر تمام آسمان و زمین والے کسی ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تب بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔''

قتل و غارت تمام جرائم سے بڑا جرم ہے:

قتل و غارت، خون ریزی، فتنہ وفساد اور ناحق خون بہانا اتنا بڑا جرم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں کو سب سے پہلے بے نقاب کر کے کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خون ریزی کی شدت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

❶ سنن ترمذی، كتاب الديات، باب الحكم في الدماء، رقم: ١٣٩٨۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

((اَوَّلُ مَا یُقْضٰی بَیْنَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِی الدِّمَاءِ)) [1]

''قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون ریزی کا فیصلہ سنایا جائے گا۔''

مسلمانوں کو بم دھماکوں سے جلانے والے جہنمی ہیں:

مسلمانوں کو بم دھماکوں یا دیگر آتش مواد کے ذریعے جلانے والے جہنمی لوگ ہیں۔

چنانچہ سورۃ البروج کی آیت نمبر دس میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ (البروج : ١٠)

''بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔''

بعض مفسرین نے فتنے میں مبتلا کرنے سے آگ میں جلانا بھی مراد لیا ہے۔اس معنی کی رُو سے خودکش حملوں، بم دھماکوں اور بارود سے عامۃ الناس کو خاکستر کردینے والے فتنہ پرور لوگ عذابِ جہنم کے مستحق ہیں۔

((وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ مُقَاتِلٌ: ﴿فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ حَرَّقُوْهُمْ بِالنَّارِ)) [2]

''سیدنا ابن عباس اور مقاتل نے فرمایا: ﴿فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ کا مطلب ہے: (ان فتنہ پروروں نے) انہیں (یعنی مومنین کو) آگ سے جلا ڈالا۔''

((وَ اَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَ ابْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ قَتَادَةَ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الدیات، رقم: ٦٤٧١۔ صحیح مسلم، کتاب القسامة و المحاربین و القصاص و الدیات، رقم: ١٦٧٨۔

[2] التفسیر الکبیر: ٣١/١١١۔

فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ قَالَ: حَرَّقُوْا .))❶

''عبد بن حمید اور ابن منذر حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ کا معنی آگ سے جلا کر ہلاک کر دینا ہے۔''

اسی معنی کو امام قرطبی اور ابوحفص الحنبلی نے بھی روایت کیا ہے۔ ❷

اسی مفہوم کو صاحبِ جلالین نے بھی رقم کیا ہے:

((﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ بِـالْاِحْـرَاقِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ﴾ بِـكُـفْـرِهِـمْ ﴿وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ﴾ اَىْ عَذَابُ اِحْرَاقِهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ .))❸

''یعنی وہ لوگ جنہوں نے مومن مرد وزن کو آگ میں جلا کر اذیت میں مبتلا کیا، پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے ان کے کفر کی وجہ سے مومنین کو جلانے کی پاداش میں عذابِ حریق (جلائے جانے کا عذاب) ہوگا۔''

مسلمان کو قتل کرنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی:

مسلمان کو قتل کرنے والے کی نفلی اور فرض عبادت بھی قبول نہیں ہوگی۔ سیّدنا عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُـؤْمِـنًـا فَاغْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْه صَرْفًا وَ لَا عَدْلًا))❹

''جس شخص نے کسی مومن کو ظلم سے (ناحق) قتل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفلی اور فرض عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔''

---

❶ الدر المنثور: ٨/٤٦٦.

❷ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ١٩/٢٩٥.

❸ تفسیر الجلالین: ١/٨٠١.

❹ الترغیب و الترھیب: ٣/٢٩٧۔ نصب الرایۃ: ٤/٣٢٥.

مسلمان کو اذیت دینے والے کے لیے عذابِ جہنم:

مسلمانوں کو اذیت میں مبتلا کرنا اور انہیں جبر وتشدد اور وحشت و بربریت کا شکار کرنا ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو عذابِ جہنم اور آگ کی دردناک سزا دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ (البروج: ۱۰)

''بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ (بھی) نہ کی تو ان کے لیے عذابِ جہنم ہے اور ان کے لیے (بالخصوص) آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ایسے لوگوں کو دردناک عذاب دے گا جو اس کی مخلوق کو اذیت دیتے ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ یُعَذِّبُ الَّذِیْنَ یُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِی الدُّنْیَا.)) [1]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتے ہیں۔''

جملہ ائمہ تفسیر نے اس آیت کے تحت یہی موقف اختیار کیا ہے کہ مسلمانوں کو ظلم و جبر اور فتنہ وفساد کا نشانہ بنانے والوں کی سزا جہنم اور آگ ہے۔ امام فخر الدین رازی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

((کُلُّ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ وَ هٰذَا أَوْلٰی لِاَنَّ اللَّفْظَ عَامٌّ وَ الْحُکْمُ عَامٌّ، فَالتَّخْصِیْصُ تَرْكٌ لِّلظَّاهِرِ مِنْ غَیْرِ دَلِیْلٍ.)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق، رقم: ۲۶۱۳.

[2] التفسیر الکبیر: ۱۱۱/۳۱.

''جو بھی مسلمانوں کو اذیت ناک تکلیف میں مبتلا کرے (خواہ ایسا کرنے والا خود اصلاً مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کے لیے عذاب جہنم ہے) یہ معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے اور اگر خاص کیا جائے تو یہ بغیر دلیل کے عام حکم کو خاص کرنا ہوگا۔''

''تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک آدمی زخمی ہوگیا۔ اس نے حالتِ بے قراری میں چھری پکڑی اور اپنا زخمی ہاتھ کاٹ ڈالا۔ جس سے اس کا اتنا خون بہا کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے خود فیصلہ کر کے میرے حکم پر سبقت کی ہے، لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔''

حضرت حسن بصری سیّدنا جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، خَرَجَتْ بِهِ قُرْحَةٌ، فَلَمَّا آذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ، فَنَكَأَهَا، فَلَمْ يَرْقَأِ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ. قَالَ رَبُّكُمْ: قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.)) [1]

''پچھلی امتوں میں سے کسی شخص کے جسم پر ایک پھوڑا نکلا، جب اس میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے مسلسل خون بہنے لگا اور نہ رکا۔ اس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا۔ تمہارے رب نے فرمایا: میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

غیر مسلم شہری کے قاتل پر جنت حرام ہے:

سیّدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه و ان من قتل نفسه بشيء عذب به في النار، رقم: ۱۱۳۔ صحیح ابن حبان: ۳۲۹/۱۳، رقم: ۵۹۸۹۔

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِی غَیْرِ کُنْهِهِ ، حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ)) ❶

''جو مسلمان کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو ناحق قتل کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ یَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ ، وَ اِنَّ رِیْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَةِ اَرْبَعِیْنَ عَامًا .)) ❷

''جس نے کسی غیر مسلم شہری (معاہد) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے۔''

غیر مسلم مذہبی پادریوں کے قتل کی ممانعت:

غیر مسلموں کے مذہبی راہنماؤں کے قتل کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا بَعَثَ جُیُوْشَهُ قَالَ: لَا تَغْدِرُوْا وَ لَا تَغُلُّوْا وَ لَا تُمَثِّلُوْا وَ لَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ وَ لَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ .)) ❸

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے لشکروں کو روانہ کرتے تو حکم صادر فرماتے: غداری نہ کرنا، دھوکا نہ دینا، نعشوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور بچوں اور پادریوں کو قتل

---

❶ سنن نسائی، کتاب القسامة، باب تعظیم قتل المعاهد، رقم: ٤٧٤٧۔ سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الوفاء للمعاهد و حرمة ذمته، رقم: ٢٧٦٠۔ مسند احمد بن حنبل: ٣٦/٥، ٣٨، رقم: ٢٠٣٩٣، ٢٠٤١٩۔ مسند دارمی: ٣٠٨/٢، رقم: ٢٥٠٤۔ مستدرك حاكم: ١٥٤/٢، رقم: ٢٦٣١۔ امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الجزیة، رقم: ٢٩٩٥۔ سنن ابن ماجه، رقم: ٢٦٨٦۔ مسند بزار: ٣٦٨/٦، رقم: ٢٣٨٣.

❸ مسند احمد بن حنبل: ٣٣٠/١، رقم: ٢٧٢٨۔ مصنف ابن ابی شیبة: ٤٨٤/٦، رقم: ٣٣١٣٢۔ مسند ابو یعلی: ٤٢٢/٤، رقم: ٢٥٤٩.

نہ کرنا۔"

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی قوم کے مذہبی راہنماؤں کا قتل عام بھی جائز نہیں ہے۔

مسلم اور غیر مسلم کا قصاص اور دیت برابر ہے:

حضرت عبدالرحمٰن بن بیلمانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ ، فَرُفِعَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَنَا اَحَقُّ مَنْ وَفَی بِذِمَّتِهٖ ، ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ .)) ❶

"ایک مسلمان نے اہل کتاب میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا، وہ مقدمہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق ادا کرنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (بطور قصاص مسلمان قاتل کو قتل کیے جانے کا) حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔"

ایک روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِیَّ قُتِلَ بِهٖ)) ❷

"اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیر مسلموں کو دیت میں مساوی حقوق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

((دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ وَ كُلِّ ذِمِّيٍّ مِثْلُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ .)) ❸

---

❶ مسند الشافعی، رقم: ٣٤٣۔ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/٣٠، رقم: ١٥٦٩٦.

❷ كتاب الام: ٧/٣٢٠.

❸ مصنف عبدالرزاق: ١٠/٩٧-٩٨.

''یہودی، عیسائی اور ہر غیر مسلم شہری کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

((دِيَّةُ الْيَهُوْدِيِّ وَ النَّصْرَانِيِّ وَ الْمَجُوْسِيِّ مِثْلُ دِيَّةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ .)) ❶

''(پرامن) یہودی، عیسائی اور مجوسی کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔''

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ دِيَّةَ الْمُعَاهَدِ فِیْ عَهْدِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہم مِثْلُ دِيَّةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ)) ❷

''بے شک سیّدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار میں غیر مسلم شہری کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر تھی۔''

غیر مسلم پر ظلم کی ممانعت:

قرآن و حدیث کے مطابق ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ جس نے ظلم کیا حسبِ دستور بدلہ اور سزا کا وہی مستحق ہے، اس کے بدلے میں کوئی دوسرا نہیں۔ اس کے جرم کی سزا اس کے اہل و عیال، دوستوں یا اس کی قوم کے دیگر افراد کو نہیں دی جا سکتی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ (الانعام: ١٦٤)

''اور جو انسان بھی کوئی برا عمل کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے، اور کوئی

❶ مصنف ابن ابی شیبة: ٥/٤٠٧، رقم: ٢٧٤٤٨۔ مصنف عبدالرزاق: ١٠/٩٥۔

❷ کتاب الام: ٧/٣٢١۔

جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمہیں اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، تو وہ تمہیں اس صحیح بات کی خبر دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔‘‘

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا تھا اس میں من جملہ دیگر احکام کے یہ بھی درج تھا:

((وَ امْنَعِ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَ الْاِضْرَارِ بِهِمْ وَ اَكْلِ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا بِحِلِّهَا .)) ❶

’’(تم بحیثیت گورنر شام) مسلمانوں کو ان غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقہ سے ان کا مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔‘‘

خلیفہ رابع علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُوْنَ دِمَاءُ هُمْ كَدِمَائِنَا وَ اَمْوَالُهُمْ كَاَمْوَالِنَا .)) ❷

’’غیر مسلم شہری ٹیکس اس لیے ادا کرتے ہیں کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح اور ان کے اموال ہمارے اموال کے برابر محفوظ ہو جائیں۔‘‘

غیر مسلم شہری کا مال چرانے والے پر اسلامی حد نافذ ہو گی:

اسلام نے مال کی چوری کو حرام قرار دیا ہے اور اس پر نہایت سخت سزا مقرر کی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قریش کی ایک مخزومی عورت نے چوری کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کرنا چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس پر بھی حد جاری کی جاتی۔ ❸

---

❶ كتاب الخراج لابي يوسف : ۱۵۲.　❷ المغنی لابن قدامه : ۱۸۱/۹.

❸ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، رقم: ۳۲۸۸۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، رقم: ۱۶۸۸.

امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں رقمطراز ہیں:

((فَإِنَّ مَالَ الذِّمِّيِّ وَ الْمُعَاهِدِ وَ الْمُرْتَدِّ فِيْ هٰذَا كَمَالِ الْمُسْلِمِ .)) ❶

''یقیناً غیر مسلم شہری، معاہد اور مرتد کا مال بھی اس اعتبار سے مسلمان کے مال ہی کی طرح ہے۔''

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غیر مسلم شہری کا مال چوری کرنے پر بھی مسلمان پر حد جاری کی جائے گی۔ ❷

علامہ ابن رشد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ ❸

مظلوم غیر مسلم شہری کی وکالت کا اعلان:

حضور سرورِ کائنات ﷺ نے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو ظلم و زیادتی سے تحفظ کی ضمانت دے۔ اگر اسلامی ریاست میں کسی غیر مسلم شہری پر ظلم ہو اور ریاست اسے انصاف نہ دلا سکے تو آپ ﷺ نے قیامت کے روز ایسے مظلوم لوگوں کا وکیل بن کر انہیں ان کا حق دلوانے کا اعلان فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ❹

''خبردار! جس نے کسی غیر مسلم شہری پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی

---

❶ شرح صحیح مسلم: ۷/۱۲. ❷ المحلی: ۳۵۱/۱۰.

❸ بداية المجتهد: ۲۹۹/۲.

❹ سنن ابو داود، کتاب الخراج و الفی و الامارۃ، رقم: ۳۰۵۲۔ السنن الکبری: ۲۰۵/۹۔ الترغیب و الترھیم: ۷/۴۔ کشف الخفاء: ۳۴۲/۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا یا اس کی دلی رضامندی کے بغیر کوئی چیز اس سے چھین لی تو روزِ قیامت کے دن میں اس کی طرف سے جھگڑا کروں گا۔''

غیر مسلم شہریوں کا اندرونی جارحیت سے حفاظت:

اسلامی ریاست کے فرائض میں سے ہے کہ وہ تمام غیر مسلم شہریوں کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے۔ کوئی بھی فرد خواہ کسی قوم، مذہب یا ریاست سے تعلق رکھتا ہو اگر وہ کسی غیر مسلم شہری پر جارحیت کرے اور اس پر ظلم و زیادتی کرے تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا امتیازِ مذہب اپنے شہری کو تحفظ فراہم کرے، چاہے اس سلسلے میں اسے جارحیت کرنے والے سے جنگ کرنی پڑے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۝۱۶۵﴾

(الاعراف: ۱٦٥)

''اور ہم نے ان لوگوں کو جو ظلم کرتے تھے نہایت برے عذاب کے ذریعے پکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کر رہے تھے۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اٰذٰی ذِمِّیًّا فَاَنَا خَصْمُهٗ، وَ مَنْ كُنْتُ خَصْمُهٗ خَصَمْتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) [1]

''جس نے کسی غیر مسلم شہری کو تکلیف پہنچائی تو میں اس کا وکیل ہوں گا اور جس کا میں فریق ہوں گا تو قیامت اس پر غالب آ جاؤں گا۔''

غیر مسلم شہریوں کی بیرونی جارحیت سے تحفظ:

غیر مسلم شہریوں کا بیرونی جارحیت سے تحفظ کرنے کے حوالے سے حکومتِ وقت پر وہ سب کچھ واجب ہے جو مسلمان کے لیے اس پر لازم ہے۔ چونکہ حکومت کے پاس قانونی و سیاسی طور پر غلبہ واقتدار بھی ہوتا ہے اور عسکری و فوجی قوت بھی، اس لیے اس پر واجب ہے کہ

[1] تاریخ بغداد: ۸/ ۳۷۰۔ عمدۃ القاری: ۱۵/ ۸۹۔

وہ ان کے مکمل تحفظ کا اہتمام کرے۔ سیّدنا امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُوْنَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَائِنَا وَ أَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا .)) ❶

''بے شک غیر مسلم شہری اس لیے ٹیکس دیتے ہیں کہ ان کے مال ہمارے مال کی طرح اور ان کے خون ہمارے خون کی طرح محفوظ ہو جائیں۔''

فقہ حنبلی کی کتاب ''مطالب اولی النہی'' میں مرقوم ہے:

''حکومت کا فرض ہے کہ وہ غیر مسلم شہریوں کو مسلم ریاست میں، رہنے کی وجہ سے ہر قسم کی اذیت و تکلیف سے مکمل تحفظ فراہم کرے۔'' ❷

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ جب تاتاریوں نے ملک شام پر قبضہ کر لیا تو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ قیدیوں کی رہائی کے لیے ''قطلوشاہ'' کے پاس گئے۔ تاتاری قیادت نے مسلمان قیدیوں کو رہا کرنے پر تو آمادگی ظاہر کی مگر غیر مسلم شہریوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا: ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ یہود و نصاریٰ میں سے بھی تمام قیدی آزاد نہ کیے جائیں۔ وہ ہمارے ہی غیر مسلم شہری ہیں اور ہم کسی بھی قیدی کو قید کی حالت میں نہیں چھوڑیں گے خواہ وہ غیر مسلم آبادی سے تعلق رکھتا ہو یا مسلم آبادی سے۔ جب اس نے اپنے موقف پر ان کا اصرار اور شدت دیکھی تو ان کی خاطر تمام مسلم و غیر مسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ ❸

اسی طرح بلا امتیاز قتل عام کی ممانعت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ (الممتحنة: ٨)

---

❶ المغني: ۹/۱۸۱۔ نصب الراية: ۳/۳۸۱.

❷ الفروق للقرافي: ۳/۱٤، ۱٥.

❸ مجموع الفتاوى: ۲۸/٦۱۷، ٦۱۸.

''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور ان سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بے شک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةٌ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَ الصِّبْيَانِ .)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی غزوہ میں ایک عورت کو دیکھا جسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے (سختی سے) عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرما دی۔''

ابن بطال نے ''شرح صحیح البخاری (۵/ ۱۸۶)'' میں اور امام نووی نے ''شرح صحیح مسلم (۱۲/ ۳۷)'' میں اسی موقف کی تائید کی ہے کہ دورانِ جنگ عورتوں کا قتل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں روایت کیا ہے:

((عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ بَعَثَ إِلَى ابْنِ اَبِي حَقِيْقٍ ، نَهٰى حِيْنَئِذٍ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَ الصِّبْيَانِ .)) [2]

''سیّدنا ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب ابن ابی حقیق کی طرف لشکر روانہ کیا تو لشکرِ اسلام کو عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السير، رقم: ۲۸۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد و السير، رقم: ۱۷۴۴.

[2] مصنف عبدالرزاق: ۵/ ۲۰۲۔ السنن الكبرى للبيهقي: ۹/ ۷۷.

سیّدنا ابوثعلبہ خشنی روایت کرتے ہیں:

((نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَ الْوِلْدَانِ)) ❶

''نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔''

غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت:

دورانِ جنگ غیر مسلموں کے بچوں کے قتل کی ممانعت بھی اسلام کے سنہری اور انسان دوست ضابطوں میں سے ایک ہے۔ امام ابوداود سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَ لَا طِفْلًا وَ لَا صَغِيْرًا وَ لَا امْرَأَةً)) ❷

''نہ کسی بوڑھے کو قتل کرو، نہ شیر خوار بچے کو، نہ نابالغ کو اور نہ عورت کو۔''

امام ابن ابی شیبہ حضرت ضحاک سے روایت کرتے ہیں:

((كَانَ ﷺ يَنْهٰى عَنْ قَتْلِ الْمَرْأَةِ وَ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ)) ❸

''نبی اکرم ﷺ عورتوں اور عمر رسیدہ افراد کو قتل کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔''

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے جس میں مندرجہ بالا طبقات کا اکٹھا اور قدرے تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب اسلامی لشکر کو مشرکین کی طرف روانہ فرماتے تو یوں ہدایات دیتے:

((وَ لَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا طِفْلًا، وَ لَا امْرَأَةً، وَ لَا شَيْخًا كَبِيْرًا، وَ لَا تَغُوْرُنَّ عَيْنًا، وَ لَا تَعْقِرُنَّ شَجَرَةً اِلَّا شَجَرًا يَمْنَعُكُمْ قِتَالًا، وَ لَا تَمَثَّلُوْا بِآدَمِيٍّ وَ لَا بَهِيْمَةٍ، وَ لَا تَغْدُرُوْا وَ لَا تَغْلُوْا)) ❹

❶ المعجم الاوسط: ۱۱۳/۷، رقم: ۷۰۱۱.

❷ سنن ابو داود، كتاب الجهاد، رقم: ۲۶۱۴ـ السنن الكبرى للبيهقي: ۹۰/۹ـ

❸ مصنف ابن ابی شيبة: ۴۸۴/۶.

❹ السنن الكبرى للبيهقي: ۹۰/۹، رقم: ۱۷۹۳۴.

''کسی بچے کو قتل نہ کرنا، کسی عورت کو قتل نہ کرنا، کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا، چشموں کو خشک و ویران نہ کرنا، جنگ میں حائل درختوں کے سوا کسی دوسرے درخت کو نہ کاٹنا، کسی انسان کا مثلہ نہ کرنا، کسی جانور کا مثلہ نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا اور چوری و خیانت نہ کرنا۔''

غیر مسلموں کے معبودوں کو برا مت کہو:

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے سے بھی منع کیا ہے کیونکہ مشرکین غصہ میں آ کر اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

(الانعام: ۱۰۸)

''اور اے مسلمانو! تم ان لوگوں کو گالیاں نہ دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں، پس وہ بغیر جانے سمجھے زیادتی کرتے ہوئے اللہ کو گالی دیں گے۔''

عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ مسلمان کافروں کے بتوں کو برا کہتے تھے تو انہیں روکا گیا، تاکہ وہ اللہ کو گالی نہ دینے لگیں۔ [1]

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا تحفظ لازم ہے:

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مذاہب کے مذہبی مقامات اور عبادت گاہوں کی حرمت کا خیال رکھے اور انہیں مکمل تحفظ فراہم کرے۔ سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ (الحج: ٤٠)

''اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا

[1] تفسیر عبدالرزاق: ۲/۶۱، رقم: ۸٤٠.

ذکر کیا جاتا ہے۔"

ابوبکر الجصاص "احکام القرآن" میں درج بالا آیت کی تفسیر میں تابعیٔ کبیر امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

((يَدْفَعُ عَنْ هَدْمِ مُصَلَّيَاتِ أَهْلِ الذِّمَّةِ بِالْمُؤْمِنِيْنَ)) ❶

"اللہ تعالیٰ مومنین کے ذریعے غیر مسلم شہریوں کے کلیساؤں کا انہدام روکتا ہے (یعنی مسلمانوں کے ذریعے ان کی حفاظت فرماتا ہے)۔"

امام ابوبکر الجصاص اسی آیت کی تشریح میں مزید فرماتے ہیں:

((فِي الْآيَةِ دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ الْمَذْكُوْرَةِ لَا يَجُوْزُ أَنْ تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِّنَ الْكُفَّارِ)) ❷

"اور آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ مذکورہ جگہوں (یعنی عبادت گاہوں) کا گرانا جائز نہیں اگرچہ وہ غیر مسلم شہریوں کی ہی ہوں۔"

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ "احکام اہل الذمۃ" میں لکھتے ہیں:

((يَدْفَعُ عَنْ مَوَاضِعِ مُتَعَبَّدَاتِهِمْ بِالْمُسْلِمِيْنَ. ...... كَمَا يُحِبُّ الدَّفْعَ عَنْ أَرْبَابِهَا وَإِنْ كَانَ يُبْغِضُهُمْ، وَ هٰذَا الْقَوْلُ هُوَ الرَّاجِحُ، وَ هُوَ مَذْهَبُ ابْنُ عَبَّاسٍ)) ❸

"اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذریعے ان کی عبادت گاہوں کا دفاع فرماتا ہے۔...... جیسا کہ وہ ان کے معبودوں کا دفاع کرتا ہے مخالف اور ناپسندیدہ عقیدہ ہونے کے باوجود۔ یہی قول راجح ہے اور یہی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف بھی ہے۔"

شریعت کی یہ حکمت عملی ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے مذہب و مسلک پر برقرار رہنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اسلامی مملکت ان کے عقیدہ و عبادت سے تعرض نہ کرے گی۔ اہل نجران

❶ احکام القرآن: ۸۳/۵.
❷ احکام القرآن: ۸۳/۵.
❸ احکام اهل الذمة: ۱۱۶۹/۳.

کو نبی اکرم ﷺ نے جو خط لکھا تھا اس میں یہ درج تھا:

''نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ ان کی جانیں، ان کی شریعت، زمین، اموال، حاضر و غائب اشخاص، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت اور کسی صاحب منصب کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی۔'' [1]

ابن ابی شیبہ حضرت ثابت بن حجاج کلابی سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا:

((اَلَا! لَا يُقْتَلُ الرَّاهِبُ فِي الصَّوْمَعَةِ .)) [2]

''خبردار! عبادت گاہوں میں موجود (غیر متحارب) پادری کو قتل نہ کیا جائے۔''

بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلامی لشکروں کو جہادی مہم پر روانہ کرتے تو انہیں وصیت کرتے:

((وَلَا تَغْرِقُنَّ نَخْلًا ، وَلَا تُحْرِقَنَّهَا ، وَلَا تَعْقِرُوْا بَهِيْمَةً ، وَلَا شَجَرَةً تُثْمِرُ ، وَلَا تَهْدِمُوْا بِيْعَةً ، وَلَا تَقْتُلُوا الْوِلْدَانَ ، وَلَا الشُّيُوْخَ ، وَلَا النِّسَاءَ ، وَسَتَجِدُوْنَ أَقْوَامًا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ فَدَعُوْهُمْ ، وَمَا حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ لَهُ)) [3]

''کھجور کے باغات کو تباہ و برباد کرنا نہ انہیں جلانا، نہ کسی چوپائے کو ذبح کرنا، نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا، نہ کوئی گرجا گھر گرانا، نہ بچوں کو قتل کرنا نہ بوڑھوں

---

[1] الطبقات الكبرى لابن سعد: ١/٢٢٨، ٣٥٨.

[2] مصنف ابن ابى شيبة: ٦/٤٨٣، رقم: ٣٣١٢٧.

[3] السنن الكبرى للبيهقي: ٩/٨٥، رقم: ١٧٩٠٤.

کو، نہ عورتوں کو۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت گاہوں میں پابند کر رکھا ہو گا، پس تم انہیں اور جس چیز کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو پابند کر رکھا ہے، چھوڑ دینا۔''

مسلم علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم عبادت گاہیں مسمار کرنے کی ممانعت:

مسلم علاقوں میں بھی واقع غیر مسلم شہریوں کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے بلکہ ان کا تحفظ اسلامی ریاست کا آئینی فرض ہے۔ جصاص نے ''احکام القرآن'' میں محمد بن الحسن کا یہ قول نقل کیا ہے:

((فِیْ اَرْضِ الصُّلْحِ اِذَا صَارَتْ مِصْرًا لِّلْمُسْلِمِیْنَ، لَمْ یُهْدَمْ مَا كَانَ فِیْهَا مِنْ بَیْعَةٍ اَوْ كَنِیْسَةٍ اَوْ بَیْتِ نَارٍ.)) ❶

''صلح کی سرزمین پر جب مسلمانوں کا کوئی شہر بن جائے تو اس میں بھی پائے جانے والے گرجے، کلیسے یا آتش کدے ہرگز گرائے نہیں جائیں گے۔''

غیر مسلم لوگوں کو آگ میں جلانے کی ممانعت:

عہد جاہلیت میں لڑائی کے دوران اس قدر وحشیانہ افعال سرزد ہوتے تھے کہ شدتِ انتقام میں دشمن کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جنگی قوانین میں بے شمار اصلاحات کے ساتھ ساتھ آگ میں جلانے جیسی وحشیانہ حرکت سے بھی منع فرما دیا۔

آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جسے جلایا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّهٗ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ.)) ❷

''آگ کے ساتھ عذاب دینا آگ کے رب کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔''

موذی جانوروں کو آگ سے جلانا ممنوع ہے تو انسانوں کو جلانا تو بالاولیٰ ممنوع ہوا۔

---

❶ احکام القرآن للجصاص: ۵/۸۳.

❷ سنن ابو داود، کتاب الجهاد، رقم: ۲۶۷۵۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

چنانچہ محمد بن حمزہ اسلمی اپنے والد (حمزہ بن عمر اسلمی) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک دستے کا امیر بنایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب میں روانہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اگر تمہیں فلاں شخص مل جائے تو اس کو آگ سے جلا دینا'' میں نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا۔ میں آپ ﷺ کے پاس واپس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم فلاں کو پاؤ تو اسے قتل کر دینا، جلانا نہیں، بلاشبہ آگ سے عذاب آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔'' ❶

دشمن کو آگ میں جلانا تو ممنوع ہے، البتہ جنگی حکمت عملی کے پیش نظر قلعوں اور عمارتوں کو جلانے میں کوئی ممانعت نہیں اور یہی حکم گولہ باری اور بمباری کا ہے اور اس کی زد میں اگر کوئی آ جائے تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

غیر مسلم لوگوں کے گھروں میں گھس کر لوٹ مار کرنا ممنوع ہے:

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک غزوہ میں حضور رحمت عالم ﷺ کے ہمراہ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعض لوگوں نے دوسروں کے راستے کو تنگ کیا اور راہ چلتے مسافروں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان کروایا:

((اِنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا اَوْ قَطَعَ طَرِيْقًا فَلَا جِهَادَ لَهٗ)) ❷

''جو شخص دوسروں کے گھروں میں گھس کر تنگ کرے یا راستوں میں لوٹ مار کرے اس کا یہ (دہشت گردانہ) عمل جہاد نہیں کہلائے گا۔''

دشمن کے مویشیوں، فصلوں اور املاک کو نقصان پہنچانے کی ممانعت:

اسلام نہ خونِ ناحق کی اجازت دیتا ہے اور نہ دشمن کی سرزمین پر کھلی تباہی و بربادی کا

---

❶ مسند احمد: ٣/٤٩٤۔ سنن ابو داود، کتاب الجهاد، رقم: ٢٦٧٣۔ فتح الباری: ٦/١٤٩۔ حافظ ابن حجر نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ سنن ابو داود، کتاب الجهاد، رقم: ٢٦٢٩۔ محدث البانی نے اسے "حسن" قرار دیا ہے۔

خواہاں ہے۔ اسلام امن واصلاح کا داعی ہے اس لیے حالتِ جنگ میں بھی اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ نہ کھیتیاں برباد ہوں، نہ پھل دار درخت کاٹے جائیں اور نہ املاک کو نذرِ آتش کیا جائے۔ چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ:

((وَ نَهٰى اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ يَزِيْدَ اَنْ يَقْطَعَ شَجَرًا مُثْمِرًا اَوْ يُخَرِّبَ عَامِرًا، وَ عَمِلَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهُ)) ❶

''سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان کو (دورانِ جنگ) پھل دار درخت کاٹنے یا عمارت کو تباہ کرنے سے منع فرمایا اور آپ کے بعد بھی مسلمان اسی پر عمل پیرا رہے۔''

ابن ابی شیبہ حضرت مجاہد سے بیان کرتے ہیں:

((لَا يُقْتَلُ فِي الْحَرْبِ الصَّبِيُّ، وَ لَا امْرَاَةٌ وَ لَا الشَّيْخُ الْفَانِيُّ، وَ لَا يُحْرَقُ الطَّعَامُ، وَ لَا النَّخْلُ وَ لَا تُخْرَبُ الْبُيُوْتُ وَ لَا يُقْطَعُ الشَّجَرُ الْمُثْمِرُ.)) ❷

''جنگ میں کسی بچے، عورت یا شیخِ فانی کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی کھانے اور کھجور کے درختوں کو جلایا جائے، اور نہ ہی گھروں کو ویران کیا جائے اور نہ ہی پھل دار درختوں کو کاٹا جائے۔''

اسی طرح کی ایک اور روایت میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو شام کی طرف روانہ کیا تو اس کے ساتھ تقریباً دو میل چلے اور اہل لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

((اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ، لَا تَعْصَوْا وَ لَا تَغْلُوْا، وَ لَا تَجْبُنُوْا،

---

❶ سنن ترمذی، کتاب السیر، باب في التحریق و التخریب، رقم: ۱۵۵۲۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ مصنف ابن ابی شیبة: ۶/۴۸۳، رقم: ۳۳۱۲۲.

وَ لَا تَغْرِقُوْا نَخْلًا ، وَ لَا تَحْرِقُوْا زَرْعًا ، وَ لَا تَحْبِسُوْا بَهِيْمَةً ، وَ لَا تَقْطَعُوْا شَجَرَةً مُثْمِرَةً ، وَ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا كَبِيْرًا ، وَ لَا صَبِيًّا صَغِيْرًا .)) ❶

''میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، (اور یہ کہ) نافرمانی نہ کرنا، بزدلی نہ کرنا، کھجور کے درختوں کو تباہ نہ کرنا، کھیتیاں نہ جلانا، چوپایوں کو قید کر کے نہ رکھنا، کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی شیخ فانی کو قتل کرنا نہ کسی چھوٹے بچے کو۔''

عاصم بن کلیب نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نے بیان کیا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو لوگوں کو کھانے پینے کی بڑی شدت محسوس ہوئی اور دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ پس انہیں بکریاں ملیں تو انہیں لوٹ کر ذبح کر لیا۔ کھانے کی ہانڈیوں میں ابال آ رہا تھا کہ کمان سے ٹیک لگائے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹنا شروع کر دیا اور گوشت کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

((اِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِاَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ .)) ❷

''لوٹ مار (کا کھانا) مردار جانوروں کے گوشت سے زیادہ حلال نہیں ہے۔''

خلفاء راشدین کے ادوار میں غیر مسلم شہریوں کا تحفظ:

ذیل کی سطور میں ہم جائزہ لیں گے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خیر میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا انتظام کیسا تھا۔

❶ مسند ابی بکر للمروزی: ٦٩-٧٢، رقم: ٢١.

❷ سنن ابو داود، کتاب الجهاد، رقم: ٢٧٠٥۔ السنن الکبری للبیهقي: ٦١/٩، رقم: ١٧٧٨٩۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

عہدِ فاروقی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

عہدِ فاروقی میں بھی غیر مسلم شہریوں کے تحفظ اور حقوق کے ساتھ ساتھ نفسِ انسانی کے احترام اور وقار میں اس قدر اضافہ ہوا کہ مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلم شہری اسلامی ریاست میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ سمجھتے تھے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے گورنر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو فرمان لکھا اس میں منجملہ دیگر احکام کے ایک یہ حکم بھی درج تھا:

((وَ امْنَعِ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ ظُلْمِهِمْ وَ الْاِضْرَارِ بِهِمْ وَ اَكْلِ اَمْوَالِهِمْ اِلَّا بِحِلِّهَا .)) ❶

''(تم بحیثیت گورنر) مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے اور انہیں ضرر پہنچانے اور ناجائز طریقے سے ان کے مال کھانے سے سختی کے ساتھ منع کرو۔''

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ان کے پاس اسلامی ریاستوں سے کوئی وفد آتا تو آپ اس وفد سے غیر مسلم شہریوں کے احوال دریافت فرماتے کہ کہیں کسی مسلمان نے انہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں پہنچائی؟ اس پر وہ کہتے: ہم اور کچھ نہیں جانتے مگر یہ کہ ہر مسلمان نے اس عہد و پیمان کو پورا کیا ہے جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔ ❷

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اقلیتوں کا خیال تھا حالانکہ ایک اقلیتی فرقہ ہی کے فرد نے آپ کو شہید کیا۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((أُوْصِی الْخَلِیْفَةَ مِنْ بَعْدِیْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِهِ ﷺ: اَنْ یُوْفٰی لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ ، وَ اَنْ یُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ ، وَ اَنْ لَا یُكَلَّفُوْا

---

❶ كتاب الخراج لابی یوسف : ۱۵۲.

❷ تاریخ طبری : ۲/۵۰۳.

فَوْقَ طَاقَتِهِمْ .))❶

''میں اپنے بعد والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ میں آنے والے غیر مسلم شہریوں کے بارے میں یہ وصیت کرتا ہے کہ ان سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے بوقتِ ضرورت لڑا بھی جائے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔''

((إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا .))❷

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔''

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں غیر مسلم شہریوں سے حسنِ سلوک کا یہ عالم تھا کہ کمزور، معذور اور بوڑھے غیر مسلم شہریوں کا نہ صرف ٹیکس معاف کر دیا جاتا تھا بلکہ بیت المال سے ان کی اور ان کے اہل وعیال کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام ''کتاب الاموال'' میں بیان کرتے ہیں:

((إِنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ مَرَّ بِشَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ ، يَسْأَلُ عَلٰى أَبْوَابِ النَّاسِ . فَقَالَ: مَا أَنْصَفْنَاكَ أَنْ كُنَّا أَخَذْنَا مِنْكَ الْجِزْيَةَ فِي شَبِيْبَتِكَ ، ثُمَّ ضَيَّعْنَاكَ فِي كِبْرِكَ . قَالَ: ثُمَّ أَجْرٰى عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ مَا يُصْلِحُهُ .))❸

''امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ غیر مسلم شہریوں میں سے ایک بوڑھے شخص

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ، رقم: ۱۳۲۸۔ مصنف ابن ابی شیبة: ۴۳۶/۷، رقم: ۳۷۰۵۹۔ السنن الکبری بیهقی: ۱۵۰/۸۔ طبقات ابن سعد: ۳۳۹/۳.

❷ صحیح مسلم، کتاب البر، باب الوعید الشدید، رقم: ۲۶۱۳۔ سنن ابو داود، کتاب الخراج، باب فی التشدید، رقم: ۳۰۴۵۔ مسند احمد بن حنبل: ۴۰۳/۳، ۴۰۴، ۴۶۸۔ السنن الکبری للنسائی: ۲۳۶/۵، رقم: ۸۷۷۱.

❸ کتاب الاموال لابی عبید: ۵۷، رقم: ۱۱۹.

کے پاس سے گزرے جو لوگوں کے دروازوں پر بھیک مانگتا تھا۔ آپ نے فرمایا:
ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تمہاری جوانی میں تم سے ٹیکس وصول کیا، پھر تمہارے بڑھاپے میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ کی ادائیگی کا حکم جاری فرمایا۔"

عہدِ عثمانی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

امام ابو عبید، امام حمید بن زنجویہ اور بلاذری نے غیر مسلموں سے متعلق سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سرکاری فرمان نامہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

((اِنِّیْ اُوْصِیْكَ بِهِمْ خَیْرًا فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ لَّهُمُ الذِّمَّةُ .)) [1]

"میں تمہیں ان غیر مسلم شہریوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ قوم ہیں جنہیں جان و مال، عزت و آبرو اور مذہبی تحفظ کی مکمل امان دی جا چکی ہے۔"

عہدِ علوی میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی غیر مسلم شہریوں کے حقوق اسی طرح محفوظ و محترم رہے اور انہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا مکمل تحفظ حاصل رہا۔

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مسلمان کو پکڑ کر لایا گیا جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے قصاص میں غیر مسلم کے بدلے اس مسلمان کو قتل کیے جانے کا حکم دیا۔ قاتل کے ورثاء نے مقتول کے بھائی کو خون بہا دے کر معاف کرنے پر راضی کر لیا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے مقتول کے وارث کو

[1] الطبقات الکبری لابن سعد: ۱/ ۳۶۰۔ کتاب الخراج لابی یوسف: ۸۰۔ کتاب الاموال لابی عبید قاسم: ۲۴۶، رقم: ۵۰۵.

فرمایا: ((لَعَلَّهُمْ فَزَّعُوْكَ اَوْ هَدَّدُوْكَ)) ”شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلوایا ہے۔“

اس نے کہا: نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ قاتل کے قتل کیے جانے سے میرا بھائی تو واپس آنے سے رہا اور اب یہ مجھے اس کی دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لیے کسی حد تک کفایت کرے گی۔ اس لیے میں خود اپنی مرضی سے بغیر کسی دباؤ کے معافی دے رہا ہوں۔

اس پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا تمہاری مرضی۔ تم زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ لیکن بہرحال ہماری شریعت کا اصول یہی ہے کہ:

((مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّتُنَا، فَدَمُهُ كَدَمِنَا، وَ دِيَتُهُ كَدِيَتِنَا.)) ❶

”جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہیں اور اس کی دیت بھی ہماری دیت کی طرح ہے۔“

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِذَا قَتَلَ الْمُسْلِمُ النَّصْرَانِيَّ قُتِلَ بِهٖ)) ❷

”اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو وہ مسلمان (اس کے قصاص میں) قتل کیا جائے گا۔“

عہدِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ میں غیر مسلموں کے تحفظ کی قانونی حیثیت:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے اسوۂ مبارکہ کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنے ماتحت افسران کو حکم دیتے تھے:

((اَنْ لَا تَهْدِمُوْا كَنِيْسَةً وَّ لَا بَيْعَةً وَّ لَا بَيْتَ نَارٍ.)) ❸

”کسی گرجا، کلیسا اور آتش کدہ کو مسمار نہ کرو۔“

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبدالملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو زبردستی عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو

---

❶ السنن الكبرى للبيهقي: ٨/٣٤۔ مسند الشافعي: ١/٣٤٤.

❷ كتاب الام للشافعي: ٧/٣٢٠. ❸ احكام اهل الذمة لابن القيم: ٣/١٢٠٠.

خبر پہنچی تو آپ نے مسجد کا وہ حصہ منہدم کروا کر عیسائیوں کو واپس کروا دیا۔ روایت میں ہے:

((فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ رحمہ اللہ ، شَكَى النَّصَارٰى إِلَيْهِ مَا فَعَلَ الْوَلِيْدُ بِهِمْ فِيْ كَنِيْسَتِهِمْ ، فَكَتَبَ إِلٰى عَامِلِهٖ يَأْمُرُهٗ بِرَدِّ مَا زَادَهٗ فِي الْمَسْجِدِ .)) [1]

''جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید کے کنیسہ پر کیے گئے ظالمانہ قبضہ کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گرجا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے واپس عیسائیوں کے حوالہ کر دو۔ سو ایسا کر دیا گیا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گورنر کو اس مسلمان کے بارے میں لکھا جس نے کسی معاہد کو قتل کیا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ اس مسلمان کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا جائے۔ اگر ولی چاہے تو اسے قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس گورنر نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا اور اسے Capital Punishment دی گئی۔ [2]

عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا دورِ صحابہ یا ان کے بعد کے ادوار؛ اسلامی تاریخ غیر مسلم شہریوں سے مثالی حسنِ سلوک کے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے۔ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد اسلامی ریاست میں پرسکون زندگی گزارتے تھے، حتی کہ وہ اسلامی دورِ حکومت کو اپنے سابقہ حکمرانوں کے ادوار سے بہتر قرار دیتے تھے۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں، انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی، بیت المال سے ان کی تمام معاشی ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کا مثالی حسنِ سلوک اور اعلیٰ اخلاقی کردار دیکھ کر لاکھوں افراد نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

---

[1] فتوح البلدان للبلاذری: ۱۰۰.

[2] مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۱۰۱، رقم: ۱۸۵۱۸.

باب نمبر۳:

دہشت گردی کی مذمت پر
ائمہ ہدیٰ کے فتاویٰ

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے اور اسلامی مملکت ان کے عقائد و عبادات سے تعرض نہیں کرتی۔ اسلام غیر مسلم شہریوں کے جان و مال کی طرح ان کی عبادت گاہوں اور مقدس مقامات کو بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ الغرض اسلام تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ نمونہ فراہم کرتا ہے جو دنیا کا کوئی معاشرہ فراہم نہیں کرسکتا۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ غیر مسلموں کے جھوٹے معبودوں (بتوں) کو بھی گالیاں نہ دو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[1]

(الانعام: ۱۰۸)

”اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔“

اسلام غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی دیتا ہے:

اسلامی ریاست میں کسی بھی شہری کو جبراً مذہب بدلنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

”دین میں کوئی زبردستی نہیں، بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو

چکی ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

((لَا تُكْرِهُوْا اَحَدًا عَلَى الدُّخُوْلِ فِيْ دِيْنِ الْاِسْلَامِ، فَاِنَّهٗ بَيِّنٌ وَّاضِحٌ جَلِيٌّ دَلَائِلُهٗ وَ بَرَاهِيْنُهٗ، لَا يَحْتَاجُ اِلٰى اَنْ يُّكْرَهَ اَحَدٌ عَلَى الدُّخُوْلِ فِيْهِ)) [1]

”تم کسی کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کرو کیونکہ یہ دین واضح اور نمایاں دلائل و براہین والا ہے اور یہ اس چیز کا محتاج نہیں کہ کسی کو مجبوراً اس میں داخل کیا جائے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (یونس: ۹۹)

”تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو زبردستی دائرہ اسلام میں داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ اس لیے غیر مسلم شہریوں کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ مسلمانوں کے ہاں ایمان محض ایک کلمہ نہیں جو زبان سے ادا کیا جاتا ہے یا محض ایسے افعال کا نام نہیں جو بدن سے ادا ہوتے ہیں بلکہ اس کی بنیاد دل کی تصدیق پر ہے، اس لیے اس باب میں جبر و اکراہ کی اجازت نہیں دی گئی۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہل قدس کو جو امان دی تھی اس کے الفاظ اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کو میسر مذہبی آزادی کا دستور ہیں:

((هٰذَا مَا أَعْطٰى عَبْدُاللّٰهِ عُمَرُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَهْلَ إِيْلِيَاءَ مِنَ الْاَمَانِ، اَعْطَاهُمْ اَمَانًا لِاَنْفُسِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ وَ لِكَنَائِسِهِمْ وَ صُلْبَانِهِمْ، وَ سَقِيْمِهَا وَ بَرِيْئِهَا وَ سَائِرِ مِلَّتِهَا، اِنَّهٗ لَا تُسْكَنُ

[1] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۳۱۰.

كُنَائِسِهِمْ وَ لَا تُهْدَمُ وَ لَا يُنْتَقَصُ مِنْهَا وَ لَا مِنْ حَيِّزِهَا ، وَ لَا مِنْ صَلِيْبِهِمْ ، وَ لَا مِنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْوَالِهِمْ ، وَ لَا يُكْرَهُوْنَ عَلٰى دِيْنِهِمْ ، وَ لَا يُضَارُّ اَحَدٌ مِنْهُمْ ، وَ لَا يُسْكَنُ بِإِيْلِيَاءِ مَعَهُمْ اَحَدٌ مِنَ الْيَهُوْدِ .)) ❶

''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن الخطاب نے اہل ایلیا کو دی۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے گرجوں کو بند کیا جائے نہ گرایا جائے، نہ ہی ان میں کمی کی جائے اور نہ ان کے احاطوں کو سکیڑا جائے، اور نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے، اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ان کے ساتھ (جبراً) یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے (کیونکہ اس زمانہ میں مسیحی لوگوں اور یہود میں بڑی عداوت تھی)۔''

مذہبی اختلاف کی بنا پر غیر مسلم کی جان و مال کو تلف کرنا منع ہے:

دین و مذہب کا اختلاف قطعی طور پر کسی کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ کسی انسان پر ظلم و زیادتی کرنا خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو اور وہ ظلم و زیادتی خواہ قتل کی شکل میں ہو، ایذا رسانی یا اس کے اوپر جھوٹے الزام اور تہمت کی شکل میں، سب ممنوع ہے۔ ایسی ہر قسم کی زیادتی کا قصاص یعنی بدلہ واجب ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ (البقرة : ١٧٨)

''اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کیے جائیں۔''

یہاں قَتْلٰی کا لفظ عام ہے جو مسلمان اور غیر مسلم دونوں کا شامل ہے اور قصاص میں

❶ تاریخ طبری: ٤٤٩/٢.

بھی یہی حکم ہے جیسے جان کا بدلہ جان؛ یہ مسلم اور غیر مسلم ہر کسی کی جان ہو سکتی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدة : ٤٥)

''اور ہم نے اس (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں (بھی) بدلہ ہے۔''

اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ علامہ ابن رشد کہتے ہیں کہ اس معاملے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم شہری کا مال چرائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ [1]

مسلح بغاوت سنگین جرم ہے:

مسلم ریاست اور اجتماعی نظم کے خلاف مسلح بغاوت کس قدر شدید جرم ہے؟ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (المائدة : ٣٣)

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریز راہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیے

[1] بداية المجتهد : ٢/٢٩٩.

جائیں۔ یہ (تو) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔''

اس آیت کریمہ سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ پرامن معاشرے کو مسلح دہشت گردی کے ذریعے خوف زدہ کرنے والوں کا خاتمہ ریاست کے لیے ضروری ہے خواہ ایسے لوگوں کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔ محولہ بالا آیت کی تفسیر میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((مَنْ شَهَرَ السَّلَاحَ فِيْ فِئَةِ الْإِسْلَامِ وَ اَخَافَ السَّبِيْلَ، ثُمَّ ظَفَرَ بِهٖ وَ قَدَّرَ عَلَيْهِ، فَاِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ قَتَلَهٗ وَ اِنْ شَاءَ صَلَّبَهٗ وَ اِنْ شَاءَ قَطَعَ يَدَهٗ وَ رِجْلَهٗ .)) [1]

''جس نے مسلمانوں کی آبادی پر ہتھیار اٹھائے اور راستے کو اپنی دہشت گردی کے ذریعے غیر محفوظ بنایا اور اس پر کنٹرول حاصل کر کے لوگوں کا پرامن طریقے سے گزرنا دشوار کر دیا، تو مسلمانوں کے حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے اسے قتل کرے، پھانسی دے یا چاہے تو اس کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دے (اور یوں ان کی قوت کو کلیتاً ختم کر دے)۔''

امام طبری اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ نے مزید لکھا ہے کہ سعید بن میتب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم النخعی اور ضحاک نے بھی اسی معنی کو روایت کیا ہے۔

اسی کو امام سیوطی نے بھی ''الدر المنثور (٣/ ٦٨)'' میں روایت کیا ہے۔

بغاوت پر اکسانے اور فساد انگیز کارروائیاں کرنے والوں کے لیے عذابِ جہنم کی وعید:

ایک مسلمان کو کسی بھی صورت میں مسلمانوں کی ہیئتِ اجتماعی کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں۔ جو لوگ مختلف گروہوں کی شکل میں مسلم ریاست اور ہیئتِ اجتماعی کے خلاف کسی بھی قسم کی پرتشدد، فساد انگیز اور مسلح کارروائیاں کرتے ہیں وہ باغی اور دہشت گرد ہیں۔

[1] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ٢/ ٥١۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری: ٦/ ٢١٤.

ان سے عام مسلمانوں کو حتی المقدور الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے، اس ضمن میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْخَيْرِ ، وَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكُنِيْ . فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، إِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَ شَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ ، فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ . فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ ، وَ فِيْهِ دَخَنٌ . قُلْتُ: وَ مَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَ تُنْكِرُ . فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ ، دُعَاةٌ عَلٰى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا . فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، صِفْهُمْ لَنَا . قَالَ: نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِأَلْسِنَتِنَا . قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَمَا تَرٰى إِنْ أَدْرَكَنِيْ ذَالِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ إِمَامَهُمْ . فَقُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا إِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا ، وَ لَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلٰى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَ أَنْتَ عَلٰى ذَالِكَ .)) ❶

"لوگ تو نبی اکرم ﷺ سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے (حصول علم کے لیے) شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں شر میں مبتلاء تھے، پھر اللہ تعالیٰ (آپ کے توسط سے) ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہو گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

❶ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ٣٦٠٦۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، رقم: ١٨٤٧.

ہاں! میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، لیکن اس خیر میں کچھ کدورت اور ملاوٹ ہوگی۔ میں نے عرض کیا: وہ کدورت کیسی ہوگی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اکثر لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے۔ ان میں اچھی اور بری دونوں باتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں کچھ لوگ خود جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی طرف بلائیں گے، جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی صفت ہمارے لیے بیان کر دیجیے گا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ہماری ہی قوم و مذہب کے ہوں گے، ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا، پھر اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے تابع رہیو۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ان تمام فرقوں سے اپنے کو الگ رکھنا، اگر چہ تجھے اس کے لیے کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے، یہاں تک کہ تیری موت آ جائے اور تو اسی حالت پہ ہو (تو یہ تیرے حق میں ان کی صحبت میں رہنے سے بہتر ہوگا۔)

دہشت گردی، فساد انگیزی کی ایسی شکل ہے جس کی وجہ سے عامۃ الناس اذیت کی موت سے دوچار ہوتے ہیں اور بہت سے خوف اور نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ ایسا فتنہ ہے جو پورے معاشرے کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔ دہشت گرد چونکہ غلط اور بے بنیاد تاویل کے سہارے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے ان کے یہ جملہ اقدامات فتنے کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فتنہ گر

دہشت گردوں کو انسانیت کا قاتل بلکہ اس سے بھی بڑے گناہ کا مرتکب قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ بڑا واضح اور صریح ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۱۹۱)

''اور فتنہ انگیزی تو قتل سے بھی زیادہ سخت (جرم) ہے۔''

دوسری آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة: ۲۱۷)

''اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

مسلم سوسائٹی کے خلاف مسلح گروہ بندی کی مذمت:

نبی اکرم ﷺ نے مرکز گریز قوتوں کی سخت حوصلہ شکنی کی ہے۔ آپ ﷺ نے ملک کے خلاف خروج و بغاوت اور افرادِ معاشرہ کو بلا امتیاز قتل کرنے والوں کو مَـــاتَ مِيْتَةً جَـاهِلِيَّةً کہہ کر گمراہ اور فَـلَيْـسَ مِنِّيْ فرما کر امت سے خارج قرار دیا ہے۔ ایسے باغی دہشت گردوں اور فسادیوں کی سزا خود شارع علیہ السلام نے متعین فرمائی ہے اور ائمہ دین نے اپنے اپنے ادوار میں فتاویٰ بھی جاری کیے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے باغی کے لیے بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَـنْ خَـرَجَ مِـنَ الطَّاعَةِ وَ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً .))

''آپ ﷺ کے فرمان ''بُـرْهَـان (واضح دلیل)'' کا مطلب یہ ہے کہ نص آیت یا خبرِ صحیح کی بناء پر اس میں کسی تاویل کا احتمال نہ رہے۔''

یہی موقف امام قسطلانی رحمہ اللہ نے ''ارشاد الساری'' میں اختیار کیا ہے۔ [1]

مسالة الـخـروج عـلى ائمة الجور کے تحت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی ''فتح

[1] ارشاد الساری للقسطلانی: ۹/۱۵.

الملہم“ میں یہی موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اِسْتَدَلَّ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ الْخُرُوْجُ عَلَى السُّلْطَانِ الْجَائِرِ اَوِ الْفَاسِقِ اِلَّا اَنْ يَّظْهَرَ مِنْهُ كُفْرٌ صَرِيْحٌ .)) ❶

”اس حدیث سے جمہور علماء نے استدلال کیا ہے کہ ظالم یا فاسق مسلمان حکومت کے خلاف بھی مسلح جدوجہد جائز نہیں تا آنکہ اس سے صریح کفر ظاہر ہو۔“

بغاوت اور دہشت گردی پر امن معاشرے کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ یہاں ہم معاملے کی نوعیت وحساسیت کے پیش نظر قرآن وسنت کے نصوص کے بعد اکابر ائمہ کے فتاوی اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں۔ ائمہ اربعہ کے بعد نمائندہ فقہاء کرام، علماء عظام کی آراء پیش کرتے ہوئے ترتیب زمانی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

دہشت گردوں سے قتال پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرنے کے حوالے سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الفقہ الابسط“ میں فرماتے ہیں:

((فَقَاتِلْ اَهْلَ الْبَغْيِ بِالْبَغْيِ لَا بِالْكُفْرِ . وَ كُنْ مَعَ الْفِئَةِ الْعَادِلَةِ . وَ لَا تَكُنْ مَعَ اَهْلِ الْبَغْيِ . فَاِنْ كَانَ فِيْ اَهْلِ الْجَمَاعَةِ فَاسِدُوْنَ ظَالِمُوْنَ . فَاِنَّ فِيْهِمْ اَيْضًا صَالِحِيْنَ يَعِيْنُوْنَكَ عَلَيْهِمْ ، وَ اِنْ كَانَتِ الْجَمَاعَةُ بَاغِيَةٌ فَاعْتَزِلْهُمْ وَ اخْرُجْ اِلٰى غَيْرِهِمْ . قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ ، ﴿اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾)) ❷

---

❶ فتح الملهم للعثماني : ٣/ ١٨٤.

❷ النساء : ٩٧۔ العنكبوت : ٥٦۔ الفقه الابسط لابى حنيفة، (فى العقيدة و علم الكلام من اعمال الامام محمد زاهد الكوثرى)، باب فى القدر : ٦٠٦، ٦٠٧.

''دہشت گرد گروہ کے ساتھ جنگ کرو اس وجہ سے نہیں کہ وہ کفر پر ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ باغی ہیں اور واجب القتل ہیں۔ وہ معاشرے میں بدامنی پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ معتدل فکر لوگوں کی سنگت اختیار کی جائے اور (اگر اتفاقاً ایسی نوبت آ جائے تو) معاشرے کو بدامنی اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے حکومت کا ساتھ دیا جائے نہ کہ دہشت گرد باغیوں کا۔ فرض کریں کہ ہیئتِ اجتماعی میں جہاں کچھ لوگ اگر مفسد اور ظالم ہیں تو وہیں بعض لوگ نیکوکار بھی ہوتے ہیں۔ یہی نیک اور صالح لوگ ان گمراہ لوگوں کے خلاف آپ کی مدد کریں گے۔ بفرضِ محال اگر لوگوں کی اکثریت ہی مسلح بغاوت پر اتر آئے تو اہلِ حق کو چاہیے کہ وہ ان باغیوں سے علیحدگی اختیار کر لیں اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کی طرف ہجرت کر جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں (کہیں) ہجرت کر جاتے؟'' اور

''بے شک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۔''

امام مالک رحمہ اللہ کا فتویٰ:

دہشت گردوں کی سرکوبی کے بارے میں مالکی فقہ کی معروف کتاب ''المدونۃ الکبریٰ'' میں امام سحنون نے امام مالک رحمہ اللہ سے یوں روایت نقل کی ہے:

((قَالَ مَالِكٌ فِي الْإِبَاضِيَّةِ، وَالْحُرُوْرِيَّةِ، وَأَهْلِ الْأَهْوَاءِ كُلِّهِمْ أَرَى أَنْ يُسْتَتَابُوْا، فَإِنْ تَابُوْا، وَإِلَّا قُتِلُوْا، قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ: وَقَالَ مَالِكٌ فِي الْحُرُوْرِيَّةِ وَمَا أَشْبَهَهُمْ: إِنَّهُمْ يُقْتَلُوْنَ إِذَا لَمْ يَتُوْبُوْا إِذَا كَانَ الْإِمَامُ عَدْلًا. فَهٰذَا يَدُلُّكَ عَلَى أَنَّهُمْ إِنْ خَرَجُوْا عَلَى إِمَامٍ عَدْلٍ وَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قِتَالَهٗ وَيَدْعُوْنَ إِلَى مَا هُمْ عَلَيْهِ دَعَوْا إِلَى الْجَمَاعَةِ وَالسُّنَّةِ، فَإِنْ أَبَوْا قُتِلُوْا.))[1]

---

[1] المدونة الكبرى لسحنون: ٩٤/٣.

''امام مالک نے (خارجیوں کے گروہ) اباضیہ، حروریہ اور اہل اہواء (بدعتی لوگوں) کے بارے میں فرمایا کہ انہیں پہلے (انتہا پسندی اور دہشت گردی سے) توبہ کرنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ توبہ کرلیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ امام مالک نے حروریہ اور ان کے مثل دیگر گمراہ (دہشت گرد) گروہوں کے بارے میں فرمایا: اگر وہ اپنی تخریب کاری سے توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے بشرطیکہ ریاست مسلم ہو۔ یہ قول تمہیں اس بات کی راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ اگر وہ مسلمان ریاست کے خلاف بغاوت کریں اور اس کے ساتھ جنگ کا ارادہ کریں اور اس سے اپنے منشور کو قبول کرنے کا مطالبہ کریں تو انہیں پہلے مسلمانوں کی اکثریت اور قانون کے دائرے میں پلٹنے کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کیا جائے۔

امام سحنون کہتے ہیں: میں نے امام مالک سے شام کے عصبیت پسند گروہ کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میرے خیال میں حکومت کو چاہیے کہ انہیں اپنے موقف سے رجوع کرنے اور باہمی انصاف کی دعوت دے، اگر وہ پلٹ آئیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

دہشت گردی اور خون ریزی کی ہر دور میں شکلیں بدلتی رہی ہیں لیکن ذہنیت ایک ہی رہی ہے۔ چنانچہ ائمہ کرام نے فرداً فرداً اس دہشت گردانہ رجحان اور فکر و عمل کے خلاف فتاویٰ جاری کیے۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے دہشت گردوں کے متعلق فرمایا:

((وَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا كَانُوْا فِی مِصْرٍ اَوْ صَحْرَاءٍ فَسَفَكُوا الدِّمَاءَ وَ اَخَذُوا الْاَمْوَالَ، كَانَ حُكْمُهُمْ كَحُكْمِ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ، وَ سَوَاءٌ اَلْمُكَابَرَةُ فِی الْمِصْرِ اَوِ الصَّحْرَاءِ، وَ لَوِ افْتَرَقَا كَانَتِ الْمُكَابَرَةُ

فِي الْمِصْرِ اَعْظَمُهُمَا .)) ❶

''اگر کوئی شر پسند گروہ کسی شہر میں یا کسی صحرا و بیابان میں خونریزی کرے اور لوگوں سے مال چھین لے تو ان (کی سزا) کا حکم راہزنوں کی طرح ہے اور لوٹ کھسوٹ اور حق تلفی شہری آبادی میں ہو یا جنگل و بیابان میں، سنگینی کے لحاظ سے برابر ہے۔ اگر انہیں جدا جدا بھی دیکھا جائے تو شہری آبادیوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت زیادہ بھیانک ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عمل اور فتویٰ:

فتنہ پروری، دہشت گردی اور خونریزی سے حتی الوسع بچنے کے لیے ائمہ کرام نے ہمیشہ اعتدال پسندی ضبط وتحمل اور ہم آہنگی کا درس دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خلق قرآن جیسے ایمانی مسئلے پر شدید دباؤ اور بے پناہ تکلیفیں حتیٰ کہ قید و بند اور کوڑوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کے باوجود عامۃ المسلمین کو حکومتِ وقت کے خلاف بغاوت پر نہیں اکسایا۔

حضرت ابوحارث فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بغاوت کی اس تحریک کے متعلق پوچھا جو بغداد میں حکومت کے خلاف چل رہی تھی۔ کیونکہ بنو عباس کے حکمران معتزلہ سے متاثر ہو کر عامۃ المسلمین کے لیے مشکلات پیدا کر رہے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جب حکومت مخالف بغاوت میں شمولیت اور سرپرستی کی درخواست کی گئی تو آپ نے جو کلمات ادا فرمائے وہ کتنے واضح اور صریح ہیں، ملاحظہ ہوں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ ، اَلدِّمَاءُ ، اَلدِّمَاءُ ، لَا اَرٰى ذٰلِكَ ، وَ لَا آمُرُ بِهِ ، اَلصَّبْرُ عَلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ خَيْرٌ مِّنَ الْفِتْنَةِ يُسْفَكُ فِيْهَا الدِّمَاءُ ، وَ يُسْتَبَاحُ فِيْهَا الْاَمْوَالُ ، وَ يُنْتَهَكُ فِيْهَا الْمَحَارِمُ .)) ❷

---

❶ كتاب الام، للشافعي: ٤/٢١٨.

❷ خلال، السنة، باب الانكار على من خرج على السلطان: ١٣٢، رقم: ٨٩. اس روایت کی سند صحیح ہے۔

''سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ خون ریزی؟ خون ریزی؟ میں اسے جائز نہیں سمجھتا۔ نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں۔ ہم (حکومتی دباؤ کے نتیجے میں) جس صورت حال سے دوچار ہیں اس پر صبر کرنا اس فتنۂ بغاوت سے بہتر ہے جس میں مسلمانوں کے ناحق خون بہائے جائیں، مال لوٹے جائیں اور عزتیں اور حرمتیں پامال کی جائیں۔''

لوگوں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ کیا آج ہم ایک ایسے فتنہ میں مبتلا نہیں جس کو ختم کرنے کے لیے جہاد ضروری ہو جاتا ہے؟ مخاطب کی بات سن کر آپ نے فرمایا: بلاشبہ یہ ایک فتنہ ہے جو تھوڑے دنوں میں ختم ہو جائے گا لیکن اگر اس کے مقابلے میں تلواریں نیام سے نکل آئیں تو قتل عام ہوگا اور امن اور خیر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ ان حالات کو صبر و تحمل کے ساتھ گزارنے کی تلقین فرماتے رہے۔

خلیفہ واثق باللہ کے عہد میں بغاوت نے جب زیادہ زور پکڑ لیا تو تمام فقہائے بغداد جمع ہو کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے اور بگڑتی ہوئی صورت حال کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ تمام جلیل القدر علماء نے متفقہ طور پر عرض کیا کہ ہم آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں کیونکہ ہم تو حکومتی موقف سے تنگ آ چکے ہیں اور خلیفہ واثق باللہ کے خلاف بغاوت میں شامل ہو کر اس کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

((عَلَیْکُمْ بِالنَّکِرَةِ بِقُلُوْبِکُمْ، وَلَا تَخْلَعُوْا یَدًا مِّنْ طَاعَةٍ، وَلَا تَشُقُّوْا عَصَا الْمُسْلِمِیْنَ، وَلَا تَسْفِکُوْا دِمَاءَکُمْ وَدِمَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ مَعَکُمْ، اُنْظُرُوْا فِیْ عَاقِبَةِ اَمْرِکُمْ، وَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ، اَوْ یُسْتَرَاحُ مِنْ فَاجِرٍ، لَا، هٰذَا خِلَافُ الْاٰثَارِ الَّتِیْ اُمِرْنَا فِیْهَا بِالصَّبْرِ.)) [1]

[1] خلال، السنة، باب الانكار على من خرج على السلطان: ۱۳۳، رقم: ۹۰.

''تم دل میں اس مسئلہ کو برا سمجھو لیکن حکومت وقت کی حاکمیت کو چیلنج نہ کرو اور مسلمانوں کی قوت اور وحدت کو نہ توڑو اور اپنا اور مسلمانوں کا خون مت بہاؤ اور اپنے اس معاملہ کے انجام پر غور کرو اور صبر کرو یہاں تک کہ نیک آدمی کو آرام ملے یا فاسق و فاجر سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اور یہ خروج ان آثار (یعنی صحابہ و تابعین کی روایات اور تعلیمات) کے خلاف ہے جن میں ہمیں ایسے حالات میں صبر کا حکم دیا گیا ہے۔''

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) سے لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے مقابلے میں مسلح جدوجہد کے متعلق فتویٰ مانگا اور آپ کو باغیانہ تحریک میں شمولیت کی طرف متوجہ کیا لیکن آپ نے بھی لوگوں کو سمجھایا اور صبر وتحمل کے ساتھ فتنے سے دور رہنے کی تلقین فرمائی اور سائل سے کہا:

((كَفَيْتُكَ هٰذَا الْاَمْرَ، وَ نَقَّرْتُ لَكَ عَنْهُ، اِجْلِسْ فِي بَيْتِكَ .)) ❶

''میں نے تجھے اس معاملہ سے بے نیاز کر دیا ہے اور معاملے کی وضاحت کر دی ہے۔ تم اس بغاوت کی تحریک سے بالکل الگ رہو۔''

امام طحاوی الحنفی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (۲۳۹-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

((وَلَا نَرَى السَّيْفَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اِلَّا مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ السَّيْفُ، وَلَا نَرَى الْخُرُوْجَ عَلٰى اَئِمَّتِنَا وَ وُلَاةِ اُمُوْرِنَا، وَاِنْ جَارُوْا، وَلَا نَدْعُوْ عَلَيْهِمْ، وَلَا نَنْزِعُ يَدًا مِّنْ طَاعَتِهِمْ .)) ❷

❶ خلال، السنة، باب الانكار على من خرج على السلطان: ۱۳۷، رقم: ۹۶.

❷ العقيدة الطحاوية للطحاوى، رقم: ۷۱، ۷۲.

''ہم حکومت و سلطنت کے خلاف عسکری بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے خواہ وہ خطا کار ہی ہو اور نہ ہی ان کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہیں۔''

امام ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ نے امام طحاوی رحمہ اللہ کی اسی عبارت کی شرح میں صحیح مسلم میں سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی حدیث نقل کی ہے، جس کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کا صریح حکم ہے کہ اگر امراء و حکام شرار اور لائق نفرت بھی ہوں، تب بھی جب تک مسلمان ہیں ان کے خلاف مسلح بغاوت اور خروج جائز نہیں۔

اسی طرح فرمانِ نبوی ﷺ ((وَ لَا يَنْزَعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَتِهِ)) ''تم حکومت کی حاکمیت سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچنا۔'' کو بھی انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے امام ابن ابی العز الحنفی نے مزید لکھا ہے:

((فَقَدْ دَلَّ الْكِتَابُ وَ السُّنَّةُ عَلَى وُجُوبِ طَاعَةِ أُولِي الْأَمْرِ مَا لَمْ يَأْمُرُوا بِمَعْصِيَةٍ. فَتَأَمَّلْ قَوْلَهُ تَعَالَى: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾. كَيْفَ قَالَ ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ وَ لَمْ يَقُلْ: "وَ أَطِيعُوا أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ." لِأَنَّ أُولِي الْأَمْرِ لَا يُفْرِدُونَ بِالطَّاعَةِ، بَلْ يُطَاعُونَ فِيمَا هُوَ طَاعَةُ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ. وَ أَعَادَ الْفِعْلَ مَعَ الرَّسُولِ ﷺ لِأَنَّهُ هُوَ مَعْصُومٌ. "وَ أُولُو الْأَمْرِ" لَا يُطَاعُ إِلَّا فِيمَا هُوَ طَاعَةٌ لِلَّهِ وَ رَسُولِهِ. وَ أَمَّا لُزُومُ طَاعَتِهِمْ (وَ إِنْ جَارُوا) فَلِأَنَّهُ يَتَرَتَّبُ عَلَى الْخُرُوجِ عَنْ طَاعَتِهِمْ مِنَ الْمَفَاسِدِ أَضْعَافُ مَا يَحْصُلُ مِنْ جَوْرِهِمْ.)) [1]

''کتاب و سنت کے احکامات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حکومت وقت کی اس وقت تک اطاعت لازم ہے جب تک وہ معصیت کا حکم نہ دے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں: ''تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی

[1] شرح عقیدة الطحاویة لابن ابی العز: ۲۸۲.

اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبانِ امر کی۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''تم رسول کی اطاعت کرو۔'' یہ نہیں فرمایا کہ ''تم صاحبان امر کی اطاعت کرو۔'' کیونکہ اولو الامر اطاعت کے ساتھ منفرد اور خاص نہیں ہے بلکہ ان کی اطاعت اسی معاملے میں کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے تحت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فعلِ اطاعت کو صرف رسول ﷺ کے ساتھ دہرایا ہے کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔ جبکہ حکام کی اطاعت اسی امر میں کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو۔ ہاں ان کے ظالم ہونے کے باوجود ان کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے مفاسد کے باعث ان کے خلاف مسلح خروج اور بغاوت، ان کی ناانصافیوں کی وجہ سے جنم لینے والی خرابیوں سے کئی گنا زیادہ خرابیوں کا باعث ہو گی (اس لیے بڑی تباہی اور نقصان سے بچنا لازم ہے)۔''

امام ماوردی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام ماوردی رحمہ اللہ (م ۴۵۰ھ) نے ''الاحکام السلطانیۃ'' میں باغیوں اور دہشت گردوں کے بارے میں تفصیلی احکام بیان کیے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ باغیوں سے جنگ کی جائے گی تا آنکہ وہ حکومت کے نظم کو تسلیم کر لیں۔ امام ماوردی رحمہ اللہ نے اس امر کا استنباط سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیت نمبر ۹ سے کیا ہے:

''جب مسلمانوں کا کوئی گروہ کسی علاقہ پر قبضہ جما لے اور مسلم ریاست کے نظم اور اتھارٹی کو چیلنج کر دے تو حکومت کو چاہیے کہ وہ انہیں اپنی عمل داری میں آنے کی دعوت دے اور ان کے شبہات کا ازالہ کرے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل حروراء کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے ایسا ہی کیا تھا اس لیے کہ یہ دو کاموں (جنگ اور مذاکرات) میں سے آسان کام ہے اور اس لیے بھی کہ شاید فتنہ اس سے ختم ہو جائے۔ سو اسی سے آغاز کیا جائے اور جنگ کی ابتداء نہ کی جائے

یہاں تک کہ وہ اس میں پہل کریں۔ پس اگر وہ جنگ میں پہل کرتے ہوئے ہتھیار اٹھالیں تو ان کے ساتھ خوب لڑائی کرو یہاں تک کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور ان کی قوت کا خاتمہ ہو جائے۔'' ❶

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

علامہ ابن قدامہ المقدسی (م۶۲۰ھ) نے "المغنی" میں "قتال اهل البغی" کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں انہوں نے باغیوں سے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے:

((وَ ذَهَبَتْ طَائِفَةٌ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ اِلٰى اَنَّهُمْ كُفَّارٌ مُرْتَدُّوْنَ، حُكْمُهُمْ حُكْمُ الْمُرْتَدِّيْنَ وَ تُبَاحُ دِمَاؤُهُمْ وَ اَمْوَالُهُمْ. فَاِنْ تَحَيَّزُوْا فِيْ مَكَانٍ وَ كَانَتْ لَهُمْ مَنْعَةٌ وَ شَوْكَةٌ، صَارُوْا اَهْلَ حَرْبٍ كَسَائِرِ الْكُفَّارِ، وَ اِنْ كَانُوْا فِيْ قُبْضَةِ الْاِمَامِ اِسْتَتَابَهُمْ كَاسْتَتَابَةِ الْمُرْتَدِّيْنَ. فَاِنْ تَابُوْا وَ اِلَّا ضُرِبَتْ اَعْنَاقُهُمْ، وَ كَانَتْ اَمْوَالُهُمْ فَيْئًا لَا يَرِثُهُمْ وَرَثَتُهُمُ الْمُسْلِمِيْنَ.)) ❷

''محدثین کرام کے ایک طبقہ کے مطابق باغی دہشت گرد کافر اور مرتد ہیں اور ان کا حکم مرتدین جیسا ہوگا، ان کے خون اور مال کو مباح قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے آپ کو ایک جگہ محدود کرلیں اور ان کے پاس قوت اور محفوظ پناہ گاہیں ہوں تو وہ لوگ برسرپیکار کفار کی طرح اہلِ حرب ہو جائیں گے اور اگر وہ حکومتِ وقت کے دائرہ اختیار میں ہوں تو انہیں توبہ کا موقع دیا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں گی اور ان کے مال ''مالِ فے'' شمار ہوں گے، ان کے مسلمان ورثاء ان کے وارث نہیں ہوں گے۔''

امام نووی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

امام نووی (م۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب "روضة الطالبين" میں لکھا ہے:

❶ الهداية آخرين، كتاب السير، باب البغاة، رقم: ۵۷۳. ❷ المغني لابن قدامة: ۴/۹.

((قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَ يَجِبُ قِتَالُ الْبُغَاةِ وَ لَا يُكَفَّرُوْنَ بِالْبَغْيِ ، وَ إِذَا رَجَعَ الْبَاغِيْ إِلَى الطَّاعَةِ قُبِلَتْ تَوْبَتُهُ وَ تُرِكَ قِتَالُهُ ، اِجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ رضی اللہ عنہم عَلٰى قِتَالِ الْبُغَاةِ .))❶

''تمام علماء نے کہا ہے: باغیوں کو قتل کرنا واجب ہے اور ان کو بغاوت کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور باغی اگر اطاعت کی طرف رجوع کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اس کے ساتھ جنگ ترک کر دی جائے گی۔ بغاوت کرنے والوں کے قتل پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔''

امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''روضة الطالبين'' میں باغی دہشت گردوں کی تکفیر کے حوالے سے جمہور کا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

((وَ أَطْلَقَ الْبَغْوِيُّ أَنَّهُمْ إِنْ قَاتَلُوْا فَهُمْ فَسَقَةٌ وَ أَصْحَابُ بُهْتٍ ، فَحُكْمُهُمْ حُكْمُ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ . فَهٰذَا تَرْتِيْبُ الْمَذْهَبِ الْمَنْصُوْصِ ، وَ مَا قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ وَ حَكَى الْإِمَامُ فِيْ تَكْفِيْرِ الْخَوَارِجِ وَجْهَيْنِ . قَالَ: فَإِنْ لَّمْ نُكَفِّرْهُمْ فَلَهُمْ حُكْمُ الْمُرْتَدِّيْنَ ، وَ قِيْلَ حُكْمُ الْبُغَاةِ . فَإِنْ قُلْنَا كَالْمُرْتَدِّيْنَ لَمْ تُنْفَذْ أَحْكَامُهُمْ .))❷

''امام بغوی رحمہ اللہ نے علی الاطلاق کہا ہے کہ اگر وہ جنگ کریں تو وہ فاسق اور جھوٹے لوگ ہیں۔ پس ان کا حکم ڈاکوؤں کے حکم کی طرح ہوگا۔ یہ مذہب اور نص کی ترتیب ہے، یہی جمہور نے کہا ہے۔ امام بغوی نے خوارج کی تکفیر میں بیان کیا ہے کہ اس میں دو صورتیں ہی۔ انہوں نے کہا ہے: اگر ہم ان کو کافر قرار نہ دیں تو ان کے لیے مرتدین کا حکم ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر باغیوں کا حکم عائد ہوگا۔ پھر اگر ہم انہیں مرتدین کی طرح کہیں تو ان کے احکام نافذ نہیں

❶ روضة الطالبين للنووي: ١٠/٥٠.
❷ روضة الطالبين: ١٠/٥١، ٥٢.

کیے جائیں گے۔"

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا فتوی:

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ دہشت گردوں کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

((وَ الْمَقْصُوْدُ اَنَّهُمْ سَنُّوْا فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، وَ جَعَلُوا الْخُرُوْجَ عَلٰی حُكَّامِ الْمُسْلِمِيْنَ دِيْنًا عَلٰی مَرِّ الزَّمَانِ وَ الْاَيَّامِ، رَغِمَ تَحْذِيْرُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْهُمْ فِیْ اَحَادِيْثَ كَثِيْرَةٍ، مِنْهَا قَوْلُهُ ﷺ: اَلْخَوَارِجُ كِلَابُ النَّارِ. وَ رَغِمَ اَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا مِنْهُمْ، وَ اِنَّمَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ مِنْ ظُلْمٍ وَّ فُجُوْرٍ وَ فِسْقٍ. وَ الْيَوْمَ وَ التَّارِيْخُ يُعِيْدُ نَفْسَهٗ كَمَا يَقُوْلُوْنَ، فَقَدْ نَبَتَتْ نَابِتَةٌ مِّنَ الشَّبَابِ الْمُسْلِمِ لَمْ يَتَفَقَّهَا فِی الدِّيْنِ اِلَّا قَلِيْلًا. وَ رَاَوْا اَنَّ الْحُكَّامَ لَا يَحْكُمُوْنَ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا قَلِيْلًا، فَرَاَوُا الْخُرُوْجَ عَلَيْهِمْ دُوْنَ اَنْ يَسْتَشِيْرُوْا اَهْلَ الْعِلْمِ وَ الْفِقْهِ وَ الْحِكْمَةِ مِنْهُمْ بَلْ رَكِبُوْا رُؤُوْسَهُمْ اَثَارُوْا فِتَنًا عَمْيَاءَ وَ سَفَكُوا الدِّمَاءَ فِیْ مِصْرٍ، وَ سُوْرِيَا، وَ الْجَزَائِرِ وَ قَبْلَ ذَالِكَ فِتْنَةَ الْحَرَمِ الْمَكِّيِّ فَخَالَفُوْا بِذٰلِكَ هٰذَا الْحَدِيْثَ الصَّحِيْحَ الَّذِیْ جَرٰی عَلَيْهِ عَمَلُ الْمُسْلِمِيْنَ سَلَفًا وَ خَلْفًا اِلَّا الْخَوَارِجَ.))[1]

"مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اسلام میں بد اعمالیاں شروع کیں اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنا اپنا دین بنا لیا، باوجود اس کے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بہت ساری احادیث میں ان دہشت گردوں سے متعلق مسلمانوں کو خبردار کیا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کی یہ

[1] سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی، المجلد السابع، القسم الثانی: ۱۲۴۰-۱۲۴۳.

حدیث مبارکہ بھی ہے کہ خوارج دوزخ کے کتے ہیں اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں نے ان سے واضح کفر ظاہر ہوتے ہوئے نہیں دیکھا مگران کا ظلم، فجور اور فسق ظاہر وعیاں ہے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ پس ان خوارج سے مسلمان نوجوانوں کی ایک نسل پروان چڑھی ہے جو دین کا بہت کم فہم رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں حکمران اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت نہیں کرتے مگر ان میں سے کچھ (احکام نافذ کرتے ہیں)۔ پس وہ اہلِ علم، فقہاء اور اصحابِ حکمت کے مشورہ کے بغیر مسلم ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہیں بلکہ وہ ان کے سروں پر سوار ہو گئے اور اندھا دھند فتنہ بپا کیا۔ انہوں نے مصر، شام اور الجزائر میں خون ریزی کی ہے اور اس سے پہلے حرم مکہ میں بھی فتنہ انگیزی کی۔ پس انہوں نے اس صحیح حدیث کی مخالفت کی جس پر سوائے خوارج کے متقدمین اور متاخرین مسلمانوں کا عمل رہا۔''

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں جو کہ ان کی آفیشل ویب سائٹ www.binbaz.org.sa/mat/1934 پر موجود ہے:

''جب ان سے سوال کیا گیا کہ یہ کلام اصل میں اہل السنّت والجماعت کے اصولوں میں سے ہے لیکن یہاں پر بڑے افسوس کے ساتھ اہل السنّت والجماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس فکر کو پست خیال کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ذلت اور خواری ہے۔ یہ بات اس لیے کہی گئی تاکہ وہ نوجوانوں کو دعوت دیں کہ وہ نظام میں تبدیلی کی خاطر تشدد پیدا کریں۔''

اس بات کو ردّ کرتے ہوئے شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((هٰذَا غَلَطٌ مِنْ قَائِلِهِ، وَ قِلَّةِ فَهْمٍ؛ لِأَنَّهُمْ مَا فَهِمُوا السُّنَّةَ وَ لَا

عَـرَفُوْهَا كَمَا يَنْبَغِيْ ، وَ إِنَّمَا تَحْمِلُهُمُ الْحَمَاسَةُ وَ الْغَيْرَةُ لِإِزَالَةِ الْـمُـنْـكَـرِ عَـلَـى أَنْ يَّـقَـعُـوْا فِيْمَا يُخَالِفُ الشَّرْعُ كَمَا وَقَعَتِ الْخَوَارِجُ ، حَمَلَهُمْ حُبُّ نَصْرِ الْحَقِّ أَوِ الْغَيْرَةُ لِلْحَقِّ ، حَمَلَهُمْ ذٰلِكَ عَـلَـى أَنْ وَّقَـعُـوْا فِـي الْبَـاطِـلِ حَتّٰـى كَفَرُوا الْمُسْلِمِيْنَ بِـالْـمَـعَـاصِـيْ كَـمَـا فَـعَـلَـتِ الْـخَـوَارِجُ ، فَالْخَوَارِجُ كَفَرُوْا بِالْمَعَاصِيْ ، وَ خَلَّدُوا الْعُصَاةَ فِي النَّارِ .)) ❶

''سوال پوچھنے والے کی یہ غلطی اور کم فہمی ہے کیونکہ انہوں نے سنت کو اس طرح نہ سمجھا اور پہچانا جس طرح اس کی معرفت ضروری تھی۔ مگر ان کے جذبات اور غیرت نے انہیں برائی کے خاتمہ کے لیے منکرات پر آمادہ کیا ہے جیسے کہ خوارج نے کیا تھا۔ حق کے لیے مدد کی محبت اور حق کے لیے غیرت نے انہیں اس پر ابھارا لیکن غیرت اور بغاوت میں عدم تفریق کی غلطی نے انہیں گہرائی اور پستی میں گرا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مسلمانوں کو گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہا جیسا کہ خوارج نے کہا تھا۔ پس خوارج بھی گناہوں کی بنا پر تکفیر کرتے تھے اور گناہ گار کو دائمی جہنمی قرار دیتے تھے۔''

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اہلِ سنت کا موقف یوں بیان کرتے ہیں:

((وَ الَّـذِيْ عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ -وَ هُوَ الْحَقُّ- أَنَّ الْعَاصِيْ لَا يَكْفُرُ بِـمَـعْـصِيَتِـهِ مَـا لَـمْ يَسْتَحِلَّهَا فَإِذَا زَنَا لَا يَكْفُرُ ، وَ إِذَا سَرَقَ لَا يَـكْـفُـرُ ، وَ إِذَا شَـرِبَ الْـخَمْرَ لَا يَكْفُرُ ، وَ لٰكِنْ يَكُوْنُ عَاصِيًا ضَـعِيْفَ الْإِيْـمَان فَاسِقًا تُقَامُ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ ، وَ لَا يَكْفُرُ بِذٰلِكَ إِلَّا إِذَا اسْتَـحَـلَّ الْمَعْصِيَةَ وَ قَالَ: إِنَّهَا حَلَّا . وَ مَا قَالَهُ الْخَوَارِجُ فِـيْ هٰـذَا بَـاطِـلٌ ، وَ تَكْفِيْرُهُمْ لِلنَّاسِ بَاطِلٌ؛ وَ لِهٰذَا قَالَ فِيْهِمُ

❶ www.binbaz.org.sa/mat/1934

النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِیَّةِ ، ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ اِلَیْهِ یُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَ یَدْعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ .)) ❶

''اور جو (موقف) اہل سنت کا ہے وہی حق ہے۔ وہ یہ ہے کہ گناہ گار اپنے گناہوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ان گناہوں اور نافرمانی کے کاموں کو حلال نہ جانے۔ پس جب اس نے زنا کیا تو کافر نہیں ہوا اور جب چوری کی تو کفر کا مرتکب نہیں ہوا اور جب شراب پی تو کفر نہیں کیا بلکہ یہ گناہ گار، کمزور ایمان والا اور فاسق کہلائے گا، اس پر حدود جاری ہوں گی لیکن ان برے اعمال کی وجہ سے اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے اور حلال نہ کہے۔ اس کے بارے میں جو خوارج نے کہا وہ باطل ہے اور ان کا لوگوں کو کافر قرار دینا بھی باطل ہے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین کی طرف نہیں پلٹتے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔''

آخر میں شیخ عبدالعزیز بن باز نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کو خوارج کی تقلید سے منع کرتے ہوئے مذہب اہل سنت والجماعت پر چلنے کی نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((هٰذِهٖ حَالُ الْخَوَارِجِ بِسَبَبِ غُلُوِّهِمْ وَ جَهْلِهِمْ وَ ضَلَالِهِمْ ، فَلَا یَلِیْقُ بِالشَّبَابِ وَ لَا غَیْرَ الشَّبَابِ اَنْ یُقَلِّدُوا الْخَوَارِجَ ، بَلْ یَجِبَ اَنْ یَسِیْرُوْا عَلٰی مَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ عَلٰی مُقْتَضَی الْاَدِلَّةِ الشَّرْعِیَّةِ ، فَیَقِفُوْا مَعَ النُّصُوْصِ کَمَا جَاءَ تْ ، وَ لَیْسَ لَهُمُ الْخُرُوْجُ عَلَی السُّلْطَانِ مِنْ اَجْلِ مَعْصِیَةٍ اَوْ مَعَاصٍ

❶ www.binbaz.org.sa/mat/1934

وَقَعَتْ مِنْهُ، بَلْ عَلَيْهِمُ الْمُنَاصَحَةُ بِالْمُكَاتَبَةِ وَ الْمُشَافَهَةِ، بِالطُّرُقِ الطَّيِّبَةِ الْحَكِيْمَةِ، وَ بِالْجِدَالِ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ، حَتّٰى يَنْجَحُوْا، وَ حَتّٰى يَقِلَّ الشَّرُّ أَوْ يَزُوْلَ وَ يَكْثُرَ الْخَيْرُ.)) [1]

''خوارج کے یہ حالات ان کے (دین میں) غلو اور ان کی جہالت و گمراہی کی وجہ سے ہی ہوئے تھے۔ اس لیے اب ان نوجوانوں اور دیگر تمام لوگوں کے لیے ہرگز مناسب نہیں ہے کہ وہ خوارج کی تقلید کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ شرعی دلائل کے تقاضوں کے مطابق مذہب اہل السنّت والجماعت پر چلیں تاکہ وہ ان نصوص کے ساتھ وہی موقف اختیار کریں جس کے لیے وہ وارد ہوئی ہیں اور ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ حکومت وقت کے خلاف اس کی نافرمانی یا ان غلطیوں کے سبب جو اس سے سرزد ہوئی ہیں مسلح بغاوت کریں بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو لکھ کر یا زبانی طور پر عمدہ حکمت بھرے طریقے اور احسن انداز سے بحث و مباحثہ کے ذریعے نصیحت کریں تاکہ وہ اس میں کامیاب ہوں، برائی کم ہو یا بالکل ختم ہو جائے اور بھلائی زیادہ ہو جائے۔''

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا فتویٰ:

سعودی عرب کے ہی معروف سلفی مدرس علامہ صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ''یہاں پر کچھ لوگ کہتے ہیں: اس ملک کی حکومت اور علماء نے جہاد کو معطل کر دیا ہے اور یہ عمل اللہ کے احکام کا انکار ہے۔ سو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟'' اس پر انہوں نے جواب دیا:

((هٰذَا كَلَامُ جَاهِلٍ، يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُ مَا عِنْدَهُ بَصِيْرَةٌ وَ لَا عِلْمٌ وَ إِنَّهُ يُكَفِّرُ النَّاسَ، وَ هٰذَا رَأْيُ الْخَوَارِجِ وَ الْمُعْتَزِلَةِ، نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ، لٰكِنَّ مَا نُسِيْءُ الظَّنَّ بِهِمْ نَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ جُهَّالٌ يَجِبُ

[1] www.binbaz.org.sa/mat/1934

عَلَيْهِمْ اَنْ يَتَعَلَّمُوْا قَبْلَ اَنْ يَتَكَلَّمُوْا اِمَّا اِنْ كَانَ عِنْدَهُمْ عِلْمٌ وَ يَقُوْلُوْنَ بِهٰذَا الْقَوْلِ ، فَهٰذَا رَأْيُ الْخَوَارِجِ وَ اَهْلِ الضَّلَالِ .))❶

''یہ جہالت پر مبنی کلام ہے جو ان لوگوں کی عدم بصیرت اور لاعلمی پر دلالت کرتا ہے، اسی وجہ سے وہ (مسلمان) لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یہ (درحقیقت) خوارج اور معتزلہ کی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے عافیت عطا فرمائے لیکن ہم ان کے بارے میں برا گمان نہیں رکھتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ جاہل (اور دین کی حقیقی تعلیمات سے بے بہرہ) لوگ ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ بات کرنے سے پہلے اس کا (مکمل) علم حاصل کریں اور اگر علم ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسی بات کہیں تو یہ خوارج اور گمراہ لوگوں کی رائے ہے۔''

اسی طرح جب علامہ صالح الفوزان سے پوچھا گیا کہ کیا خوارج کی سوچ اور فکر رکھنے والے لوگ موجودہ زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَ هٰذَا الْمَوْجُوْدُ ، اَلَيْسَ هُوَ فِعْلُ الْخَوَارِجِ ، وَ هُوَ تَكْفِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ قَتْلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْاِعْتِدَاءُ عَلَيْهِمْ ، هٰذَا مَذْهَبُ الْخَوَارِجِ .

وَ هُوَ يَتَكَوَّنُ مِنْ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ: اَوَّلًا: تَكْفِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ . ثَانِيًا: اَلْخُرُوْجُ عَنْ طَاعَةِ وَلِيِّ الْاَمْرِ . ثَالِثًا: اِسْتِبَاحَةُ دِمَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ . هٰذِهٖ مِنْ مَذْهَبِ الْخَوَارِجِ ، حَتّٰى لَوِ اعْتَقَدَ بِقَلْبِهٖ وَ لَا تَكَلَّمَ وَ لَا عَمِلَ شَيْئًا ، صَارَ خَارِجِيًّا فِيْ عَقِيْدَتِهٖ وَ رَأْيِهِ الَّذِيْ مَا اَفْصَحَ عَنْهُ .))❷

''سبحان اللہ! کیا یہ موجودہ فکر وعمل خوارج کا فعل نہیں ہے؟ مسلمانوں کو کافر قرار

❶ الجهاد و ضوابط الشرعية لفوزان : ٤٩ .

❷ الفتاوى الشرعية فى القضايا العصرية لفهد الحصين.

دینا اور اس سے بھی شدید تر یہ کہ مسلمانوں کو قتل کرنا اور انہیں ظلم وزیادتی کا نشانہ بنانا، یہ خوارج کا مذہب ہی تو ہے جو ان تین عناصر سے تشکیل پاتا ہے:

(۱) مسلمانوں کو کافر قرار دینا (۲) حکومت وقت کے نظم اور حاکمیت کو مسلح بغاوت کے ذریعے چیلنج کرنا (۳) مسلمانوں کے خون کو جائز وحلال قرار دینا

''یہ خوارج کا مذہب ہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس پر صرف دل سے ہی عقیدہ رکھے اور قول وعمل سے اس کا اظہار نہ بھی کرے تو بھی وہ اپنے اس عقیدہ اور رائے کے اعتبار سے خارجی ہو گیا۔''

سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

ہر صاحبِ عقل وفہم اس بات سے آگاہ ہے کہ وطنِ عزیز میں جہاد کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ مفتی سیّد نذیر حسین دہلوی کے فتاویٰ نذیریہ سے ایک مثال درج کی جا رہی ہے، جس میں انہوں نے جہاد سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جہاد کی شرائط بیان کی ہیں:

مفتی نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ پائی جائیں گی جہاد نہ ہوگا۔

اول: ...... یہ کہ مسلمانوں کا کوئی امام وقت وسردار ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ایک نبی کا انبیاء سابقین سے قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان کی امت نے کہا کہ ہمارا کوئی سردار اور امام وقت ہو تو ہم جہاد کریں:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (البقرة: ٢٤٦)

''(اے حبیب!) کیا آپ نے بنی اسرائیل کے اس گروہ کو نہیں دیکھا جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہوا، جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم (اس کی قیادت میں) اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد بغیر امام کے نہیں کیونکہ اگر بغیر امام کے جہاد ہوتا تو ان کو یہ کہنے کی حاجت نہ ہوتی۔ کما لا یخفی اور شرائع من قبلنا جب تک اس کی ممانعت ہماری شرع میں نہ ہو، حجت ہے کما لا یخفی علی الماهر بالاصول، اور حدیث میں آیا ہے کہ امام ڈھال ہے اس کے پیچھے ہو کر لڑنا چاہیے اور اس کے ذریعہ سے بچنا چاہیے:

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَ یُتَّقٰی بِهٖ. الحدیث رواہ البخاری و مسلم.)) ❶

''بے شک امام تو ڈھال کی طرح کہ اس کے پیچھے لڑتے ہیں اور اس کی پناہ لیتے ہیں۔''

اس سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جہاد امام کے پیچھے ہو کر کرنا چاہیے، بغیر امام کے نہیں۔

دوم:...... اسباب لڑائی کا مثل مہیا ہوں جس سے کفار کا مقابلہ کیا جائے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ﴾ (الانفال: ۶۰)

''اور سامان تیار کرو ان کی لڑائی کے لیے جو کچھ ہو سکے تم سے ہتھیار اور گھوڑے پالنے سے تاکہ اس سے ڈراؤ اللہ کے دشمن کو اپنے دشمنوں کو۔''

((قَالَ الْاِمَامُ الْبَغَوِیُّ فِیْ تَفْسِیْرِ هٰذِهِ الْاٰیَةِ اَلْاِعْدَادُ اِتِّخَاذُ الشَّیْءِ بِوَقْتِ الْحَاجَةِ مِنْ قُوَّةٍ اَیْ مِنَ الْآلَاتِ الَّتِیْ تَکُوْنُ لَکُمْ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب یقاتل من وراء الامام و یتقی به، رقم: ۲۷۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب الامام جنة یقاتل من ورائه و یتقی به، رقم: ۱۸۴۱.

قُوَّةٌ عَلَيْهِمْ مِنَ الْخَيْلِ وَ السِّلَاحِ ، اِنْتَهٰى))

یعنی قوت کے معنی ہتھیار اور سامان لڑائی کے ہیں، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴾

(النساء: ٧١)

''اے ایمان والو! لو اپنا بچاؤ پکڑو پھر کوچ کرو جدا جدا فوج یا سب اکٹھے۔''

((قَالَ الْحَافِظُ مُحْيِ السُّنَّةِ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ تَحْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَيْ عِدَّتَكُمْ وَ اٰلَاتِكُمْ مِّنَ السِّلَاحِ ، اِنْتَهٰى))

یعنی حذر سے مراد آلہ لڑائی کا ہے مثلاً ہتھیار وغیرہ کا مہیا ہونا ضروری ہے، اور حدیثوں سے بھی اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ بے ہتھیار کے کیا کرے گا۔

سوم: ...... مسلمانوں کا کوئی قلعہ یا ملک جائے امن ہو کہ ان کا ماویٰ و ملجا ہو۔ چنانچہ قرآن کے لفظ مِنْ قُوَّةٍ کی تفسیر عکرمہ نے قلعہ کی ہے:

((قَالَ عِكْرِمَةُ اَلْقُوَّةُ الْحُصُوْنَ اِنْتَهٰى مَا فِيْ مَعَالِمِ التَّنْزِيْلِ لِلْبَغْوِيِّ))

اور حضرت (محمد) ﷺ نے جب تک مدینہ میں ہجرت نہ کی اور مدینہ جائے پناہ نہ ہوا جہاد فرض نہ ہوا۔ یہ صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ جائے امن ہونا بہت ضروری ہے۔

چہارم: ...... مسلمانوں کا لشکر اتنا ہو کہ کفار کے مقابلہ میں مقابلہ کر سکتا ہو یعنی کفار کے لشکر کے آدھے سے کم نہ ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الانفال: ٦٦)

''اب بوجھ ہلکا کیا، اللہ نے تم سے اور جانا کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر ہوں تم میں سے سو صابر غالب رہیں گے دو سو پر، اور اگر ہوں تم سے ایک ہزار، غالب

ہوں دو ہزار پر حکم سے اللہ کے، اور اللہ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔“
یہ آیت صاف کہتی ہے کہ اپنے سے دگنے سے مقابلہ ہو دگنے سے زیادہ سے نہیں۔ میں جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں، اس زمانے میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط بھی موجود نہیں ہے تو کیونکر جہاد ہو گا۔

جواب کے آخر میں مفتی نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بطور ثبوت صحیحین کی یہ احادیث بیان کی ہیں:

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهٖ. رواه الشيخان))

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قتل عام اور فساد انگیزی کرنے والے ہر شخص کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا ہو گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔“ اس حدیث کو شیخین (امام بخاری ومسلم) نے روایت کیا ہے۔“

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غُدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ)) [1]

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فساد انگیزی کرنے والے کے لیے روزِ قیامت ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی فساد انگیزی (کا نشان) ہے۔“ اس حدیث کو شیخین (امام بخاری ومسلم) نے روایت کیا ہے۔

مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ کا خطبہ حج کے موقعہ پر فتویٰ:

زمین پر فساد پھیلانے والے دین کے دشمن ہیں۔ ناحق خون بہانے والے جہنمی ہیں......
کسی انسان کا ناحق خون کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اسلام دہشت گردی کی ہرگز

[1] فتاوی نذیریة: ۳/۲۸۲-۲۸۵.

اجازت نہیں دیتا۔ آج دنیا بھر میں ہونے والی دہشت گردی کی اسلام مذمت کرتا ہے اور مسلمانوں کو امن پسندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے...... ہم آج لاتعداد مشکلات اور مصائب کا شکار ہیں جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی دینی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے، ہمارے اعمال میں خلوص نیت نہ رہی اور ہماری زندگیوں سے امن وامان اور ایمان ختم ہوگیا۔ ہم نے اپنے تعلیمی نظام کو بھی خراب کرلیا اور نصاب میں ایسی چیزیں شامل کرلیں جس کی شریعت میں کوئی جگہ نہیں تھی جس کی وجہ سے ہم لبرل ازم اور الحاد کی جانب گامزن ہوگئے...... شیخ عبدالعزیز آل شیخ حفظہ اللہ نے خطبہ حج دیتے ہوئے کہا کہ اسلام میں کسی کا ناحق قتل کرنا منع ہے۔ مسلمان وہی بہتر ہے جس سے معاشرے کے تمام افراد مستفید ہوں اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والے اللہ کے دشمن ہیں اور ان کے لیے سخت سزائیں مقرر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کسی بھی قسم کی دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا، فساد پھیلانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف حدود اور سزائیں مقرر کی ہیں۔ ❶

پاکستان ایکسپریس ہفت روزہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۳ء نیویارک میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ نے خطبہ حج میں ارشاد فرمایا کہ اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والے اللہ کے دشمن ہیں۔

اسلام امن پسند اور امن کی بات کرتا ہے اور دنیا بھر میں ہونے والی دہشت گردی کی مذمت کرتا ہے۔ اسلام میں کسی کو ناحق قتل کرنا منع ہے۔ مسلمانوں کو امن پسندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

اور مزید اردو ٹائمز ہفت روزہ نیویارک ۱۷ اکتوبر ۲۰۱۳ء میں مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز حفظہ اللہ کے خطبہ حج میں فرمایا ہے کہ انسان کا ناحق خون بہانے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسلام نے امن کی تعلیم دی ہے اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔

روزنامہ جنگ منگل ۹ ذوالحج ۱۴۳۴ھ (۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء) میں مفتی اعظم الشیخ عبدالعزیز

❶ روزنامہ جنگ منگل ۹ ذوالحج ۱۴۳۴ھ (۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

آل شیخ حفظہ اللہ خطبہ حج دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ ناحق خون بہانے والے جہنمی ہیں۔ زمین پر فساد پھیلانے والے اللہ کے دشمن ہیں۔

خلاصہ بحث

قرآن و سنت، ائمہ حدیث اور ائمہ عقائد و فقہ کی تصریحات، تشریحات اور فتاویٰ و تحقیقات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ باغی، سرکش اور دہشت گرد وہ لوگ ہیں جو مسلم ریاست کے خلاف مسلح جدوجہد کریں اور ان کے پاس قوت و طاقت بھی ہو۔ وہ لوگ ریاست کی حاکمیت اور نظم کو تسلیم کرنے سے انکار کریں اور کھلے عام اسلحہ لہرا کر ریاست کے خلاف اعلانِ جنگ کریں۔ اس سے قطع نظر کہ ان کی یہ مسلح جدوجہد اور بغاوت عدل و انصاف پر مبنی حکومت کے خلاف ہے یا فسق و فجور کی حامل حکومت کے خلاف۔ خواہ ان کی جدوجہد کسی امرِ دین سے متعلق تاویل پر مبنی ہے یا کسی دنیوی غرض کی خاطر، بہرصورت ایسے تمام لوگ باغی اور دہشت گرد ہیں۔ جب تک وہ مسلم ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھائے رکھیں، حکومت ان کے خلاف جنگی اقدام جاری رکھے تا آنکہ وہ ہتھیار پھینک کر ریاست کی حاکمیت کے تابع ہو جائیں اور اپنا دہشت گردانہ طرزِ عمل مکمل طور پر ختم کر کے پرامن شہری بن جائیں اور اپنے جائز مطالبات پرامن، جمہوری اور قانونی طریقے سے پور کروانے کے حامی ہو جائیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ.

مطبوعات ادارہ

- ہم پر نبی کریم ﷺ کے حقوق
- مسنون وظائف واذکار اور شرعی طریقہ علاج
- خوف الٰہی سے بہنے والے آنسو
- توبہ مگر کیسے؟ (حقیقت، فضائل، شروط اور طریقہ کار)
- شرک کے چور دروازے
- نماز مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام
- خواتین اسلام کے لیے نبی رحمت ﷺ کی 500 نصیحتیں
- منہج سلف صالحین
- شان مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام
- ریاکاری کی ہلاکتیں
- محبت، کیوں، کس سے اور کیسے
- علم اور تقویٰ
- صحیح فضائل اعمال
- اللہ عزوجل کی پہچان
- عقیدہ اہل سنت والجماعت
- ایمان اور عمل صالح
- سنت نبوی ﷺ اور ہم
- شان صحابہ بزبان مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام
- اولیاء اللہ کی پہچان
- اسلام کا نظام حقوق وفرائض
- اسلام کا نظام اخلاق وادب
- میں نماز کیوں پڑھوں؟
- تعلق باللہ (اسباب، ذرائع اور ثمرات)
- میں رفع الیدین کیوں کروں؟
- نیکی اور برائی
- گناہ اور توبہ
- اسلام مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام
- پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز تراویح
- کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) سے محبت اور اس کے تقاضے
- پیارے رسول کے پیارے اذکار (مع پنج سورۃ)
- دنیا اور آخرت کی حقیقت
- شانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم
- تقلید ائمہ اربعہ کی نظر میں
- دین اسلام اور بدعت
- زندگی گزارنے کے سنہرے اصول
- اسلام میں عورت کا مقام

انصار السنۃ پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون 042-37357587